ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
جولائی ۱۹۹۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تبارک و تعالیٰ

إِنَّ هٰذِهٖ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً

وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ○

ترجمہ: یہ تمہاری ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں پس میری ہی عبادت کیا کرو (الانبیاء ۹۲ ۹۲)

افکار احرار

اسوۂ سلیمانی

غزوہ بدر کی روایتوں کی تنقید کے سلسلے میں ایک مقام پر اس نافہم ہیچمداں کے خطاء کار قلم سے حضرت کعب بن مالک صحابی رضی اللہ عنہ کی روایت پر نامناسب تنقید لکھی گئی تھی۔ جس سے ایک گھرانہ کے ایک جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کی شان میں سوءِ ظن کا پہلو پیدا ہوتا تھا۔ جس پر مجھے شرمندگی ہے۔

اور اب میں اپنی اس غلطی و نادانی کو مان کر اس عبارت کو قلمزد کر کے صحابی رسول ﷺ کی براءت کرتا ہوں اور اللہ تعالی سے عفو کا خواستگار ہوں۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش
عذر بہ درگاہ خدا آورد

(سیرت النبی جلد اول۔ دیباچہ طبع چہارم)
از خامۂ عنبر شمامہ سید سلیمان ندوی

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

محرم الحرام ۱۴۱۵ھ، جولائی ۱۹۹۴ء جلد ۵ شمارہ ۷ قیمت فی پرچہ ۱۰/= روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہٗ

مجلس ادارت

رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہٗ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہٗ

ذوالکفل بخاری ۔ قمر الحسنین

خادم حسین ۔ ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ۔ عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرتعاون سالانہ

اندرون ملک =/۱۰۰ روپے — بیرون ملک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریک تحفظ ختم نبوّۃ (شعبہ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اداریہ:	دل کی بات	ذوالکفل بخاری	۳
تجزیہ:	مسلمانوں کی بے اطمینانی کی وجہ	حکیم محمود احمد ظفر	۵
خطاب:	توحید کی حقیقت	سید عطاء المحسن بخاری	۷
یادرفتگان:	مجاہدِ ختمِ نبوت رفیقِ امیرِ شریعت	سید خالد مسعود گیلانی	۱۳
تحقیق:	واقعہ کربلا اور اس کا پسِ منظر	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی	۱۶
تاریخ:	شہادتِ حسینؓ	ابوسفیان تائب	۲۷
طنزومزاح:	زبان میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۳۴
بازگشت:	حق دار دیکھتے رہ گئے......	فاروق عادل	۳۸
حاصل مطالعہ:	بسم اللہ	شاہ بلیغ الدین	۴۱
روداد:	باباد ھنکا سے یادگار ملاقات	امیر حمزہ	۴۳
تنقید:	آج کی تازہ خبر	خادم حسین	۴۹
نقدونظر:	مظہری مغالطے	ابوریحان سیالکوٹی	۵۰
حسنِ انتخاب:	سنتا چلا گیا	نصر اللہ خان	۵۴
کاروانِ احرار:	مجلسِ احرار اسلام کی رکن سازی کی مہم	(ادارہ)	۵۷
چمن چمن اجالا:	سالانہ مجلسِ ذکرِ حسین	مہدی معاویہ	۶۰
ترحیم:	مسافرینِ آخرت	ادارہ	۶۲

دل کی بات

"ملک کا نام پاکستان رکھا گیا، لیکن اسے ناپاکستان بنا دیا گیا"...... یہ تبصرہ ملک کے ایک بہت بڑے صحافی بلکہ صحافت کی دنیا میں "پاکستانیت" کے بہت بڑے علمبردار...... مجید نظامی صاحب کی زبان سے حال ہی میں ایک پبلک پلیٹ فارم پر سنا گیا اور اخبارات میں رپورٹ کیا گیا۔ سننے والوں نے معلوم نہیں یہ تبصرہ کس حالت اور کیفیت میں سنا؟ حیرت، رنج یا رواروی میں؟ البتہ بیان کا لہجہ اور لفظ دونوں ہی، کہنے والے کو لاحق کسی اضطراب اور صدمہ کا پتا دیتے ہیں۔ مدیر "نوائے وقت" کا یہ بیان پڑھ کر، ہمیں بھی وہ بہت سے لوگ بہت یاد آئے جنہوں نے بہت دن پہلے، بہت مضطرب ہو کر یہی کہا تھا کہ...... ملک کا نام پاکستان رکھا جائے گا لیکن اسے ناپاکستان بنا دیا جائے گا...... تو تب ایسا کہنے والوں کو بہت سے صدمات اٹھانے پڑے تھے۔ یہ صدمے دینے والے کون تھے؟ نظامی صاحب کو یقیناً یاد ہوں گے۔ یوں بھی پرانے قصے دہرانا، پرانے قضیے نمٹانا، پرانے بدلے چکانا اور گڑے مردے اکھاڑنا "نوائے وقت" کی "پالیسی" میں بھی شامل ہے اور "پلاننگ" کا حصہ بھی! یہ تو خیر جملۂ معترضہ تھا...... ہم کہنا یہ چاہ رہے ہیں کہ موجودہ پاکستان (ناپاکستان) کی صورت حال پر جس اضطراب اور صدمہ کا اظہار، قومی پریس کے ایک اتنے بڑے آدمی کی طرف سے ہوا ہے ہم اس میں برابر کے شریک ہیں۔ بلکہ صمیم قلب سے یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ اللہ پاک اس، سننے سے انکاری اور سوچ سمجھ سے عاری قوم کو سچی اور کھری باتیں سننے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور گزشتہ سینتالیس سال میں تشکیل پانے والے "جمہوری کلچر" اور "جمہوری مزاج" کی ہلاکت خیزیوں سے نجات کی راہ سجھائیں۔ (آمین)

آج کا "پاکستان" ہم سب کے سامنے ہے۔ ملک کے صدر کو بدعنوانی کا ملزم ٹھہرایا جا چکا ہے۔ صدر صاحب، حکومت کی پوری مشینری اور پروپیگنڈہ کے پورے وسائل سے لیس ہو کر اپنی صفائی پیش کر رہے ہیں اور مسلسل ناکام ہو رہے ہیں۔ صدر کے ذاتی دورۂ امریکہ کو سرکاری حیثیت دے کر کروڑوں روپے کے ملکی سرمایہ کی بربادی کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ جبکہ دورہ، واضح طور پر اپنے مبینہ مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ ادھر اندرون ملک، مہنگائی اور تاجروں کی ہڑتالوں نے عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ حکومت کی طرف سے پیش کیا گیا نئے مالی سال کا بجٹ، عوام کے لئے تباہ کن اثرات کے جلو میں، پارلیمنٹ کی منظوری سے مشرف ہو چکا ہے۔ بجٹ میں ۲۷۷ اشیاء پر جنرل سیلز ٹیکس کا نفاذ کر کے اسے خالص "عوامی بجٹ" کی شکل دی گئی ہے۔ جبکہ سندھ کے صوبائی بجٹ میں ذوالفقار علی بھٹو کا "مزار" تعمیر کرنے کے لئے تو ۲۸۰ ملین کی رقم مختص کر دی گئی ہے اور اس کے مقابلے میں بہبود آبادی کی مد میں ۲۲۰ ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ ملک میں امن و امان کی صورتحال ناقابل یقین حد تک ابتر ہو چکی ہے۔ پنجاب میں، پی پی پی کے مرکزی سیکرٹری جنرل کا بیٹا بھی ڈاکوؤں کی گولیوں کا نشانہ بن چکا ہے۔ اور قاتل

ہنوز آزاد ہیں۔ سندھ میں تخریبی کارروائیوں سے نہ عوام محفوظ ہیں، نہ پولیس اور نہ فوج! کراچی میں دینی مدارس کے طلباء کو نشانۂ ستم بنانے کی نئی مہم شروع ہے۔ حکومت کی ترجیحات اور عوامی پالیسیاں پارلیمنٹ میں یوں دیکھی جا سکتی ہیں کہ "اسلامی جمہوریہ" پاکستان کے وزیر خارجہ نے، پاکستان کی شہ رگ..... کشمیر کے بارے میں، قومی اسمبلی میں کھڑے ہو کر اس طرح داد خطابت دی ہے کہ شرم و حیا کا جنازہ نکال دیا ہے۔ وزیر موصوف کے ہاتھوں سے جو اشارے اور زبان سے جو الفاظ سرزد ہوئے، ایک اردو اخبار کی جرأت کے نتیجہ میں، ریکارڈ پر آچکے ہیں۔ لیکن ہمارا قلم اس رپورٹنگ کا کوئی سا جزو بھی دہرانے سے عاجز اور قاصر ہے۔

ادھر پارلیمنٹ میں موجود "علماء کرام" کی سرگرمیاں اپنی جگہ عبرت آموز ہیں۔ "ناموس صحابہ بل" کا غلغلہ جس انداز میں بلند ہوا اور پھر قومی اسمبلی میں جس انداز سے اس بل کی بھد اڑائی گئی، اس میں بہجت و انبساط یا عزت و وقار کا کونسا پہلو نکلتا ہے؟ یہ بغلیں بجانے کا نہیں بغلیں جھانکنے کا مقام ہے۔ اسی پارلیمنٹ میں، وفاقی بجٹ پر بحث کے دوران ایک اقلیتی رکن نے اپنی تقریر "اللہ اور اس کے بیٹے کے نام" سے شروع کی تو "علماء کرام" کا احتجاج کیا تاثر پیدا کرسکا؟ اسلامی نظریاتی کونسل کی چیئرمین شپ کن ہاتھوں میں پہنچی؟..... غرضیکہ سوچتے چلے جائیے تو "اک اضطراب مسلسل، غیاب ہو کہ حضور!" کا سماں پیدا ہوتا چلا جائے گا۔

ایسے میں "اصلاح احوال" اور "تبدیلی" کی باتیں بھی کسی فیشن بلکہ آؤٹ آف ڈیٹ فیشن کا حصہ معلوم ہوتی ہیں۔ اپوزیشن، جن معائب اور معاصی میں حکومت کو مبتلا دیکھتی اور پھر قوم کو دکھلاتی ہے اس کا اپنا دامن بھی ایسی آلودگیوں میں خود کفیل ہے۔ علماء کو..... مزاحمت کی بجائے مفاہمت پر "شرح صدر" حاصل ہو گیا ہے۔ اس لئے.....

اصلاحِ انتظام جہاں، تیری بھول ہے
یاں ہر گدھے کی پیٹھ پر اطلس کی جھول ہے

بقیہ از صلا

یک سبد پر نان ترا بر خرق سر
تو ہمی جوئی لب ناں دربدر

غور فرمائیے مسلمان اسلام سے ہٹتا جارہا ہے اور غیر مسلم اسلام کے قریب تر آرہا ہے۔ خطرہ ہے کہ یہ کہیں اسلام کی حد پھلانگ کر کفر میں نہ چلا جائے اور کافر اسلام کی سرحد میں نہ داخل ہو جائے۔ اللہ نے تو اپنے دین کی حفاظت کرنی ہے خواہ یہ کام مسلمان سے لے یا غیر مسلموں کو ایمان کی توفیق دے کر ان سے لے۔ اس عیسائی عورت کو یہ بات عیسائیت کے بارہ میں لکھنی چاہئیے تھی لیکن اس نے یہ بات اسلام کے بارہ میں لکھی ہے۔

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانوں سے

تجزیہ

حکیم محمود احمد ظفر

مسلمانوں کی بے اطمینانی کی وجہ

اسلام ہی دنیا کی واحد اور آخری امید ہے۔ غیر مسلموں کیلئے بھی اور خود مسلمانوں کیلئے بھی۔ دنیا نے کتنی ترقی کی۔ آدمی آسمانوں میں اڑنے لگا۔ سمندروں میں تیرنے لگا۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ اسے ابھی تک زمین پر چلنا نہ آیا۔ ستاروں پر کمندیں ڈالنے والا انسان خود اپنی حقیقت سے ابھی تک ناآشنا ہے۔ پوری دنیا کو قمقموں سے روشنی بخشنے والا اپنی زندگی کی شب تاریک میں اجالا نہ کر سکا۔ ساری دنیا کی سہولیات اپنے گھر میں رکھنے کے باوجود اپنے دل میں اطمینان کی ایک لہر پیدا اور چین کی ایک کرن مہیا نہ کر سکا۔

اس کی ساری بے اطمینانی اور بے چینی صرف اور صرف اس لئے ہے کہ اسے کائنات کے خالق و مالک کی سچی راہ نمائی حاصل نہیں۔ مسلمان اس لئے بے چین ہیں کہ ان کے ذمہ خدا کی سچائی اور حق کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کا کام سپرد کیا گیا تھا اور اس اہم کام کو انہوں نے چھوڑ دیا۔ باقی دنیا حق سے محرومی کی سزا بھگت رہی ہے جبکہ مسلمان حق سے غفلت کی۔ یہ صورت حال اس وقت تک باقی رہے گی جب تک مسلمان حق کے داعی اور پیامبر بن کر کھڑے نہ ہوں اور دنیا میں نظام دعوت وارشاد قائم نہ کریں۔ دعوت حق کو چھوڑ کر دوسرے کاموں میں مشغول ہونا یا دوسرے کاموں کو دعوت و تبلیغ کا نام دینا انکے جرم اور ان کی سزا میں اضافہ کرتا ہے نہ کہ وہ انہیں خدا کی رحمتوں کا سزاوار بنائے۔ مسلمان اگر دعوت الی اللہ اور خدا کی سچائی کو دوسروں تک پہنچانے کا کام کریں تو اس دنیا میں ان کے لئے سب کچھ ہے بلکہ یہ ساری دنیا ان کے لئے ہے۔ اور اگر وہ اس کام کے لئے نہ اٹھیں تو خدا کی اس دنیا میں ان کے لئے کچھ نہیں۔ یہ ایک مسلمہ بات ہے۔

آسٹریلیا کی ایک عیسائی خاتون اپنی ایک کتاب میں اسلام کا تعارف کراتے ہوئے یہ بات کتنی سچی لکھی ہے:

> This is the passing glimpse of Islam. And it has much to offer to our restless world. But it seems to be an abandoned treasure, abandoned by those who bear its name. No wonder their lives are so different from the glory I described. And unless they return back to it again, they will remain in bewilderment in the rear of humanity's procession.. For it is remedy, light and guidance from God, for them and for the world.

Dr. Cheris Wady : The Muslim Mind, P.44
Macmillian Co. Ltd., Bombay (India).

یہ اسلام کا ایک سرسری خاکہ ہے اور اس میں ہماری بے چین دنیا کے لئے بہت کچھ ہے۔ مگر یہ بظاہر ایک چھوڑا ہوا خزانہ معلوم ہوتا ہے۔ اس خزانہ کو ان لوگوں نے چھوڑ رکھا ہے جو اس کا نام لیتے ہیں۔ یہ تعجب کی بات نہیں کہ ان کی زندگیاں اس عظمت سے بہت مختلف ہیں۔ جو میں نے بیان کی ہے۔ اور جب تک وہ دوبارہ اس اسلام کی طرف واپس نہ ہوں گے وہ حیران و پریشان انسانیت کے قافلہ سے بچھڑے ہی رہیں گے کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی ایک علاج اور روشنی اور راہ نمائی ہے۔ ان کے لئے بھی اور ساری دنیا کیلئے بھی۔

ان خیالات کا اظہار جو ایک عیسائی عورت کے قلم سے نکلا ہے۔ کاش کسی مسلمان کے قلم و ذہن سے یہ الفاظ نکلتے۔ مسلمان تو اسلام کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف جھک مار رہے ہیں اور کاسۂ گدائی لے کر دوسروں کے دروازے پر اطمینان اور چین کی بھیک مانگنے کے لئے کھڑے ہیں جب کہ دونوں چیزیں خود ان کے اپنے ہاں موجود ہیں۔ مولانا روم نے درست فرمایا تھا۔ (بقیہ صـــــ پر)

بقیہ از صـــ۶۱

گی۔ خدا کی قسم یزید، حسینؓ پر ہم سے زیادہ مہربان ہے۔ انہیں یہیں روک لیا جائے۔ چنانچہ ان دونوں نے سیدنا حسینؓ کا راستہ روکا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ اس پر سیدنا حسینؓ نے فرمایا۔

"واللہ لمن یکون ھذا الا بعد الموت" خدا کی قسم یہ تو میری موت کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔

سیدنا حسین کا یہ فیصلہ عینِ حق تھا اور غیرت حسین کا تقاضا تھا۔ اس کے بعد شمر اور ابن زیاد نے ظلم کیا اور سیدنا حسین کو قتل کرا دیا۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ مکہ سے ثعلبیہ تک کا سفر حضرت حسینؓ نے خلافت کے لئے فرمایا اور ثعلبیہ کے مقام سے حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملنے پر قصاص کا سفر شروع کیا۔ یوں کربلا کا سفر، سفر قصاص مسلم بن عقیل ہے۔ اسی لئے وہ کوفہ کی بجائے اب شام کی طرف امیر یزید کے ہاں جا رہے تھی۔ عمرو بن سعد نے سیدنا حسین سے گفتگو کر کے صلح کا ماحول پیدا کر دیا تھا اور تمام معاملات طے پا چکے تھے۔ سیدنا حسین کوفہ کے سبائیوں اور عجمی خیشوں کی سازش سے آگاہ ہو چکے تھے۔ مگر شمر اور ابن زیاد نے سارا معاملہ خراب کر کے یہودی سازش کو کامیابی سے ہمکنار کیا اور امت کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ ان سب باتوں کو تائید و تقویت سیدنا حسینؓ کی آخری تین شرائط سے بھی ملتی ہے۔ جو اہل سنت اور شیعہ میں مسلمہ و متفقہ ہیں۔

ان تین شرائط کے مطالعہ کے بعد کسی قصے کہانی یا افسانے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ اور حقائق کھل کر اور ابھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

مجلس کے اختتام پر مومنین کی ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔ اور اس طرح انتہائی پر امن ماحول میں مجلس اختتام کو پہنچی۔

خطاب

ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری
ناقل: مہدی معاویہ

توحید کی حقیقت قسط (۲)

دنیا کی محبت کو دین کی محبت پہ کیسے قربان کیا؟

اللہ فرماتے ہیں:

انفروافی سبیل اللہ

اللہ کے راستہ میں نکلو۔ ذاتی مفادات قربان کرو۔ جس طریقِ زندگی میں اللہ کی راہ میں نکلنا نہیں وہ دین نہیں۔ اپنا مال، اپنا وقت، اپنے مفادات قربان کیجئے۔ شہداء ختم نبوت کانفرنس ہر سال ہوتی ہے ہم تو اس کو دینی عمل سمجھتے ہیں۔ ہمارے اس عمل کو اگر کوئی سیاست سمجھتا ہے تو یہ غلط ہے۔ اور آج کل کی سیاست کا نام ہے، ڈاج پالیٹیکس، (DODGE POLITICS) ڈاج دو ایک کو، دو کو، بائیس کو، لاکھ کو، کروڑ کو، آگے نکل جاؤ۔ دین یہ کہتا ہے کہ خود کو پیچھے رکھو سب کو آگے بڑھاؤ۔ ان کو رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں آگے چلاؤ۔ کارواں بناؤ۔ فوج در فوج، جوق در جوق مسلمان اللہ کے دین میں شامل ہوں۔

اعمال، اخلاق، معاملات، اعتقادات، عبادات، ایک ایک گوشے میں اسلام مانگتا ہے اللہ تو!

اور جنابِ والا جو اصل بات ہے مثلاً میری دکان ہے۔۔۔ کہا جی اچھا۔۔۔ آج کا اجلاس ختم ہولے کل جمعہ ہے ویسے بھی چھٹی ہے میں شام چار بجے دکان چھوڑ کے نکلوں گا۔ اگر یہ دین ہے۔۔۔۔۔۔ وہ بھی دین ہے اس میں کوئی شک نہیں ماں باپ کی خدمت کرنا، دین ہے۔ بچوں کا پیٹ پالنا بھی دین ہے گھریلو تقاضے پورے کرنا یہ سب دین ہے لیکن اس میں دنیا کب شامل ہو جاتی ہے؟ جب دین قربان ہونے لگتا ہے۔

اذان ہوئی، مسجد میں نہیں گئے دین قربان ہو گیا کہ نہیں؟

زمیندار ہے، ہل چلا رہا ہے۔ ساتھ کے ہمسائے کا گنا توڑ لیا پانی کی باری آئی پانی چوری کر لیا۔ گھاس چوری کر لی۔ کماد کے بیس پچیس گنے توڑ لئے۔ یہ سب حرام کی شمولیت ہے۔

آپ لوگ ماڈرن ایجوکیشن حاصل کرتے ہو دین نہیں پڑھتے۔ ابا جان مر جائیں تو جنازے کی دعا نہیں آتی۔ حرام ہے وہ تمہارا ایجوکیشن کا سسٹم۔ مولوی منبر پہ بیٹھ کے کلمہ حق نہیں بتاتا سارا وعظ حرام گیا۔ اور اس

کے پیسے طے کر لیئے۔ پانچسو روپیہ، ہزار روپیہ، دس ہزار روپیہ، حرام ہے۔ یہ سب تقویٰ کے خلاف ہے۔ اللہ کے دین پر کبھی کسی نے اجر نہیں لیا۔ ایک ہے تعلیم، اور ایک ہے تبلیغ، تعلیم پر اجر بالاتفاق حلال ہے اور تبلیغ پر اجر بالاتفاق حرام ہے۔ اگر یہ حلال ہوتا تو سرور کونین ﷺ کے لئے حلال ہوتا ہے۔ جن کے پاؤں کی ٹھوکریں میں کونین کی عظمت موجود ہے۔ نہیں ابھی بھی میں نے کم بات کہی ہے۔ جن کے مرکب گھوڑا، خچر، اونٹنی حضور ﷺ نے جس جس چیز پر سواری کی ہے اس کے سموں اور جوتوں میں کونین کی عظمت ہے۔
یہ چیز حلال ہوتی تو اس کے لئے جس کے باپ ہونے میں کوئی شک بھی نہ کر سکے میرے متعلق کوئی یہ کب گمان کرے گا کہ یہ سب کو بیٹی سمجھتا ہے میرے متعلق اگر کوئی یہ گمان کریگا تو پانچ فیصد!..... پچانوے فیصد کہے گا کہ یہ بدمعاش ہے جھوٹا اور کذاب ہے۔ حسن پرست، ہے نظر باز ہے، مکار ہے، فریبی ہے، دھوکے باز ہے۔
یہ سب حرام ہے کیسے ولایت عامہ ملے گی۔ ولایت کس کو ملے گی۔ کہاں ہے مجھے بھی ڈھونڈ کے دکھاؤ۔ میں بھی اس کی تلاش میں پھرتا ہوں۔ مجھے ستائیس برس ہو گئے مارا مارا پھر رہا ہوں انسانیت کے اس بے آب و گیاہ اور لق و دق صحرا میں کہ مجھے بھی ولایت عامہ دستیاب ہو۔--- ملتی ہی نہیں۔
ہاں! گورکھ دھندہ ہے جھوٹ کا، فریب کا، مکر و دغا، کا البتہ فنکار ہیں۔ غلام احمد بھی فنکار تھا۔ ہاں ہاں میں مذاق نہیں کرتا۔ میں نے پڑھا ہے کہ اس ظالم کے پاس بیٹھنے سے دل پر اثر ہوتا تھا۔
یہ تسخیر کا عمل ہوتا ہے۔ یہ فن ہے اسکا نام کرامت نہیں۔ اور نہ ہی ولایت و تقویٰ ہے۔ مرزائیوں کے پاس یہ کمال موجود ہے۔
مجھے میرے دوست نے بتایا کہ وہ جو بڑا خبیث تھا نا---- کیا نام ہے اس کا؟
-----بشیر الدین محمود

الا اے طفل قادیانی مردود
کہ خوانندت بشیر الدین محمود
پسر اکذب پدر فزانہ کذاب

اس کے پاس بھی یہ آرٹ موجود تھا اس کے ساتھ آدمی آنکھ ملاتا تو اثر ہوتا تھا۔
مگر مومن کا اصل کمال ہے "اِتقا" تقویٰ، تقویٰ، تقویٰ، حرام سے بچنا، حرام سے بچنا، حرام سے بچنا، اور حرام ہزاروں شکلوں میں اپنے ہیولے، کیفیتیں تبدیل کر کے آتا ہے بڑی خوبصورتی کے ساتھ، بڑی آہستگی کے ساتھ، روشنی بن کر، حسن و جمال بن کر، رعنائی لے کر، مفادات لے کر اور نجانے کیا کیا کمالات کے خواب دکھا کے آتا ہے۔ فریب راہوں میں بیٹھ جاتا ہے۔ صورت اعتبار بن کر

کچھ لوگ وفاؤں کا لہو چہرے پہ مل کے
بیٹھے ہیں سر راہ گذر شہر میں تیرے

اور اگر اس قسم کی ولایت کو ماننا ہے تو پھر یہ ان سب کے پاس ہے مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری ہمارے پیرومرشد! انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک ہندو کہنے لگا اگر تمہارے گروؤں کے پاس کچھ ہے تو آؤ میرے ساتھ مقابلہ کرو۔ وہ آگ جلا کے اس کے دائرے میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا میں نہیں جلوں گا۔ ایک مرتبہ دو مرتبہ، تین مرتبہ، لوگوں پر بہت اثر ہوا۔۔۔ ہمارے اس بزرگ پر اللہ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں وہ اپنے تین چار ساتھیوں کو لے کر آگئے اور ان سے کہا کہ تم میرے پیچھے بیٹھے رہنا اور جب میں کچھ کہوں تو پھر کچھ کرنا باقی میرے لئے اللہ سے کامیابی کی دعا کرنا اب وہ بیٹھ گئے۔ پندرہ منٹ بمشکل گذرے ہوں گے کہ وہ کہنے لگا ہائے میں مر گیا۔ ہائے میں مر گیا ارے میں جل گیا رام، رام، رام، بھگوان جی، بھگوان جی، اب وہ بزرگ خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ جل کر خاک ہو گیا۔ حقیقت کیا تھی؟ یہ وہی قوت فکر کو جمع کرنا۔ ارتکازِ فکر، قوت متخیلہ کو ایک جگہ جمع کرنا۔ اس کے پاس بھی پریکٹس تھی اس بات کی کہ مجھے کوئی آگ نہیں لگا سکتا۔
اللہ نے ہر انسان کو دونوں قوتیں دی ہیں کہ وہ کسی بھی چیز پر مثبت یا منفی اثر ڈال سکتا ہے مگر یہ فن ہے دین نہیں۔ ایک کافر کے پاس فن تھا، ایک اللہ والا تھا۔ اس نے کہا یا اللہ تیری مخلوق کو گمراہ کر رہا ہے۔ اور بعد میں لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کیا کیا تو انہوں نے کہا کہ بھائی جب میں وہاں پہنچا تو محسوس کیا کہ اس کے پاس ویسے تو کچھ نہیں ہے کوئی اور ہی بات ہے تو سمجھ میں آئی کہ اس نے قوتِ متخیلہ کو مرتکز کیا ہوا ہے لٰہذا میں نے بھی کہا کہ یا اللہ اسے جلا دے، یا اللہ اسے جلا دے، یا اللہ اسے جلا دے اور اللہ نے اسے جلا کر راکھ کر دیا۔
اب میں منوانے کے لئے تو بیٹھا نہیں ہوں سمجھا دیا جتنی اپنی عقل کام کرتی تھی۔

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

ولایت کا ایک حصہ ختم ہو گیا

ولایتِ عامہ!۔۔۔۔۔۔۔ عالم ہے۔ فقیہ ہے۔ محدث بھی ہے لیکن اس کے دوست احباب میں ایسے لوگ ہیں جو فساق و فجار ہیں۔ اس کی کمپنی کا غلبہ ہے اس پر! یہ ولی نہیں، حرام کا مرتکب ہے روزانہ عشاء کی نماز میں کہتا ہے۔

اللھم انانستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر ونشکرک ولانکفرک ونخلع ونترک من یفجرک۔

روزانہ بلاناغہ معاہدہ کرتا ہے۔ روزانہ توڑتا ہے۔ میں ہوں حضرت مولوی صاحب ولد مولانا ولد مولانا ولد مولانا۔۔۔۔ آٹھویں نویں پشت تک تو مجھے یاد ہے کہ الحمدللہ سب حافظ عالم، حافظ عالم! آگے بھی اللہ گاڑی چلا دے تو اس کی مرضی ہے اگر روک دے تو کون ہے اسے پوچھنے والا۔ اس وقت بھی الحمدللہ ہمارے خاندان کی دو تین خواتین حافظہ عالمہ، بچے حافظ، ہم چاروں بھائی حافظ، الحمدللہ گاڑی ابھی چل رہی ہے رکی نہیں جب تک ہم اس کے راستے پر گامزن رہیں گے وہ ہماری گاڑی نہیں روکے گا۔ اس کا راستہ چھوڑیں گے۔ دنیا کے کتے بنیں گے تو راستہ رکے گا۔ اللہ وہ دن نہ لائے۔

خدا وہ دن نہ دکھائے کہ اپنی آگ جلوں

جناب والا فاجرین و فاسقین کی اتباع اور انکا ساتھ دینے والا ولی نہیں ہوسکتا۔

ایک تیسری بات کہ اللہ کے دین کا بتایا ہوا جو نظام ریاست ہے اس میں ملاوٹ!...... یوں بات سمجھ میں نہیں آئیگی۔ بھائی آپ میں سے کچھ میٹرک پاس ہوں گے۔ کچھ ایف اے ہوں گے اور کچھ بی اے، ایم اے ہوں گے۔

سادہ لوگوں کے لئے کہ دنیا میں حکومت چلانے کے بہت سے طریقے ہیں اور وہ سب کے سب مشرکوں کے بنے ہوئے ہیں یا یہودیوں اور عیسائیوں کے۔ اور جتنے بھی نظام ہائے ریاست اس وقت کائنات میں پائے جاتے ہیں یہ یا مشرکوں کی ایجاد ہیں یا مشرکوں کے اصلاح یافتہ ہیں یا مشرکوں کا معمول ہیں۔ ہمارا ان سے کیا تعلق ہے؟

مشرکین کا بنایا ہوا نظامِ ریاست، مشرکین کا بنایا ہوا دستورِ زندگی مشرکین کا دیا ہوا منشور و آئین اس کو قبول کرنا بھی حرام ہے۔

جو اس کو قبول کرتا ہے ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں ساتویں کلاس کا مسلمان ہو سکتا ہے۔ آؤٹ آف ڈیٹ، اپاہج اور پھٹیچر قسم کا مسلمان۔

نظامِ ریاست جمہوریت، وضع کرنیوالا مشرک اور اس کو معمول بنانیوالا انگریز تقریباً ایک ہزار برس ہو گئے مشرکینِ برطانیہ کا معمول ہے۔

بنانیوالا مشرک افلاطون، اور اس کو بطور نظامِ حیات قبول کرنے والے انگریز، اس میں ترمیم کرنیوالا امریکہ کا مشرک عیسائی ابراہم لنکن، روسو، ہیگل۔

ہندوستان میں صحابہ کے دور سے لے کر اورنگ زیب تک ایک آدمی مجھے بتاؤ، میری جہالت دور کیجئے کہ جمہوریت جیسا قبیح نظام مسلمانوں میں متعارف ہوا ہو۔ چہ جائیکہ نافذ ہوا ہو۔ صحابہ کے دور سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر تک۔۔۔۔۔۔۔۔ چیلنج!

پچھلی صدی میں لارڈ کرزن نے ہندوستان میں جمہوریت کو متعارف کرایا۔ بانی مشرک، معمول بنانیوالا مشرک،

زمیم کرنیوالا مشرک، ہندوستان میں لانے والا مشرک ہمارا اس سے کیا تعلق ہے کیا رشتہ ہے؟ تم اگر قبول رو تو یہ حرام نہیں ہے----؟ مشرکین کے نظام زندگی کو قبول کرتے ہو پھر کہتے ہو اسلام آئیگا۔ کیسے آئے گا؟ ولایت کیسے عام ہو گی؟ اس کو قبول کرنیوالا کیسے ولی اللہ ہو سکتا ہے

امپیریلزم، کمیونزم، اور دیگر تمام نظام کفر ہیں تو جمہوریت کیونکر اسلام ہے جو دلیل سوشلزم کے کفر ہونیکی ہے وہی دلیل جمہوریت کے کفر ہونے کی بھی ہے۔

"الم تر الی الذین یزعمون انهم آمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الیٰ الطاغوت"

اے محمد! کیا نہیں دیکھتے آپ ان لوگوں کی طرف جو تیرے بن بن کے اپنے تئیں گمان کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ بھی مانتے ہیں۔ اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا وہ بھی مانتے ہیں

مانتے وانتے نہیں بلکہ

"یریدون ان یتحا کمواالی الطاغوت"

اظہار یہ کرتے ہیں کہ ہم محمد کو مانتے ہیں اس کے نظام کو مانتے ہیں قرآن کو مانتے ہیں لیکن جناب نظام ریاست سوشلزم اچھا ہے ڈیموکریسی اچھی ہے۔ اور جب ان کو جوتے پڑیں تو کہتے ہیں کہ مارشل لاء بھی اچھا ہے۔

یہ سب کچھ طاغوت ہے اور یہ مسلمان جماعتیں اور بدقسمتی سے مولویوں کی جماعتیں بھی اسی طاغوت کی حکومت قائم کرنے کی حماقت کر رہی ہیں اور یوں اس قرآنی آیت کا مصداق بن رہے ہیں نام اسلام کا لیتے ہیں حکومت جمہوریت کی قائم کرتے ہیں۔ کیسے اسلام آئیگا اس ملک میں؟ جس ملک کی آبادی بارہ کروڑ سے متجاوز ہو اس ملک میں ایک فیصد بھی علماء اور متقی لوگ کام کرنے والے نہ ہوں۔ وہاں اسلام کیسے آئیگا۔

اسلام لانے کا مورچہ---- "جاهدو فی سببیل الله حق جهاده" اللہ پاک کیا کہتے ہیں۔

"یاایها الذین آمنو مالکم اذاقیل لکم انفروافی سبیل الله اثاقلتم الی الارض"

کہ اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ جب تمہیں کہا جاتا ہے۔ اللہ کے راستہ میں نکلو تو تم زمین سے چمٹ جاتے ہو"

"خدا کے راستے میں نکلے بغیر دین نہیں آئیگا۔ گھر میں بیٹھے رہنے سے انقلاب نہیں آئیگا۔ ایمان بھی نہیں بچے گا۔

کوئی مانتا ہے تو مان لے اگر نہیں مانتا تو اسکی مرضی۔ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اللہ کی بارگاہ میں مجلس احرار کے غریب کارکن سرخرو ہیں۔

یا اللہ آپ گواہ رہیں میں نے آپ کے دین کے بیان کرنے میں کوئی منافقت اور کوئی مداہنت نہیں کی۔

جتنی میری عقل تھی اے اللہ! جتنا میرا شعور تھا۔ اللہ میں نے اس کے مطابق بیان کر دیا۔ اور اے لوگو! مانو تو سزا سے بچو گے۔ نہیں مانو گے۔ تو نبی کی بات کا انکار بھی تمہیں سزا دلوائے گا۔ اور مجھ فقیر کی دستک۔۔۔ اس کے متعلق بھی آپ سے پوچھ ہو گی۔ کہ میرا ایک عاجز اور نالائق گندہ سا بندہ اس نے بھی تمہیں کہا تھا کیوں تم نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔

مجلس احرار اسلام کے کارکن یہ مت سمجھیں کہ محض تقریروں سے اسلام آجائیگا کارکن ساتھیو! آپ اگر یہ چاہتے ہو کہ اس ملک میں دینی انقلاب آئے دینی قوت، قوت حاکمہ بنے تو آپ کو اپنا وقت سب سے پہلے قربان کرنا ہوگا۔ ہم فقیروں کے شانہ بشانہ چلنا ہوگا۔ پالیسی کیا ہوتی ہے۔ کیا ہوتا ہے۔ منشور و دستور؟ یہی دستور ہے یہی منشور ہے کہ اللہ کے راستے میں ہمارے ساتھ نکلو۔ اگر ہماری زندگی کو صحیح سمجھتے ہو۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہو کہ ہم لوگ ایمانداری سے دین کو بیان کرتے ہیں دین کا کام کرتے ہیں تو ہمارا ساتھ دو گھر میں بیٹھ کے نہیں۔۔۔۔۔۔۔ وقت لگاؤ ہمارے ساتھ چلو، قریہ قریہ بستی بستی۔ اپنے عمل کی چھاپ لوگوں کے دلوں پر لگاؤ اپنے تصورات و نظریات، اعتقادات، اعمال اور اخلاق سے امت میں تبدیلی پیدا کرو۔ جس طرح صحابہ نے کی۔ پھر آئیگا دین و گرنہ نہیں آئیگا۔ "وما علینا الا البلاغ"

جامع مسجد معاویہ عثمان آباد ملتان میں

درسِ قرآن کریم

کا اجراء

حضرت ابن امیرِ شریعت حافظ سید عطاء المومن بخاری مدظلہ ہر شمسی ماہ کی پہلی اور تیسری اتوار کو بعد نمازِ مغرب درسِ قرآنِ کریم ارشاد فرمایا کریں گے۔ احبابِ جماعت سے شرکت کی اپیل ہے۔

المعلن: مجلس احرار اسلام حلقہ عثمان آباد ملتان۔

سید خالد مسعود گیلانی — یادرفتگان

مجاہد ختم نبوت رفیق امیر شریعت

حضرت مولانا سید فضل الرحمن احرار رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے رفیقِ فکر برادرم سید خالد مسعود گیلانی حضرت مولانا مرحوم کے ہونہار فرزند ہیں۔ انہوں نے یہ مضمون خاص نقیبِ ختم نبوت کے لئے تحریر کیا ہے۔ (ادارہ)

حضرت مولانا سید فضل الرحمن شاہ صاحب احرار ۱۹۱۲ء میں جگراؤں ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم مولانا محمد ابراہیم صاحب (سلیم پوری ثم میاں چنوں) خلیفہ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائپوری سے حاصل کی پھر لدھیانہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن کے ہاں حصول تعلیم کے لئے چلے گئے۔

بچپن ہی سے تحریکی مزاج تھا۔ ۱۴ سال کی عمر میں جگراؤں میں گائے کی قربانی دیگر قانون کی خلاف ورزی کی اسکی پاداش میں جیل کاٹی۔ انگریزوں ہندوؤں اور سکھوں سے نمبرد آزما رہے۔

۱۹۲۹ء میں مجلس احرار اسلام میں شمولیت اختیار کی اور مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے ساتھ جہاد آزادی میں شامل ہو گئے۔ ہندوستان کے بیشتر علاقوں میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اور دیگر اکابر کے ہمراہ سفر کیا اور ہندوستانی عوام کے دلوں میں آزادی کا جذبہ بیدار کیا۔

بیعت کا سلسلہ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ سے تھا بیعت کیلئے حضرت امیر شریعت کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔

۱۹۳۹ء میں فیصل آباد میں آل انڈیا احرار کانفرنس میں حضرت امیر شریعت، مولانا لدھیانوی، مولانا مظہر علی اظہر اور آغا شورش کاشمیری کے ہمراہ شرکت کی دو روز بعد جڑانوالہ میں تقریر کی وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے مغربی پنجاب کا سفر مکمل کر کے مشرقی پنجاب اپنے آبائی شہر جگراؤں پہنچے تو محاصرہ میں آ گئے انگریز اور گورکھا کا محاصرہ توڑ کر نکل گئے خود طے شدہ پروگرام کے مطابق دفتر احرار جگراؤں کے سامنے سٹیج بنا کر تقریر کی پھر دو نفل شکرانہ ادا کئے پھر گرفتاری پیش کی ہتھکڑی لگی تو نعرہ تکبیر لگا کر ہتھکڑی توڑ دی۔ تب لوگوں کے جذبات عجیب تھے انگریز کے خلاف ماحول خوب گرم ہوا اور رسم دارورسن چل نکلی۔ جگراؤں سے گرفتار کر کے لائل پور (فیصل آباد) لایا گیا پھر فیروز پور جیل منتقل کر دیا گیا وہاں سے لدھیانہ جیل منتقل کر دیا گیا۔

مقدمہ کے دوران انگریز جج نے کہا اگر مفتیٔ ہند عدالت میں آ کر اپنا بیان قلم بند کرائیں تو کیس کی نوعیت واضح ہو سکتی ہے۔ تو مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ لدھیانہ تشریف لائے تو سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ شہنشاہ ہند آ رہے ہیں سارا شہر انہیں دیکھنے کے لئے اُمڈ آیا تھا۔ عدالت کا منظر دیدنی تھا۔ حضرت

مفتی صاحب نے تقریر کی بھرپور تائید کی اور شاہ صاحب کو تقریباً اڑھائی سال جیل کاٹنا پڑی۔

شراب کے خلاف مورچہ۔ فوجی بھرتی بائیکاٹ مہم۔ شیعیت کے خلاف صف بندی اور سینما کے خلاف محاذ جگراؤں شہر کے یادگار واقعے ہیں۔

تقسیم ہند کے وقت انگریز سامراج کی طرف سے گولی کا حکم تھا۔ اس سلسلہ میں جگہ جگہ پہرے تھے۔ حضرت مولانا ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وظیفہ بتایا۔ عمل جاری رہا۔ صدر مجلس احرار اسلام جگراؤں اور چھوٹے بھائی مولانا مفتی سید طفیل احمد شاہ گیلانی (مقیم گوجرہ) کو تھانہ بلا کر پوچھ گچھ کی گئی۔ کچھ حاصل نہ ہوا۔ سید طفیل احمد شاہ صاحب کو چھوڑ دیا گیا مگر صدر مجلس احرار ملاں عبدالغفور کو سخت انداز سے پوچھا جس پر یہ مردِ حُر اڑ گیا اور کہا تم مجھ سے اس کا پتہ نہیں پوچھ سکتے اگر مجھے معلوم بھی ہو تو ہرگز نہیں بتاؤں گا۔ ملاں عبدالغفور کو اسی وقت گولی مار کر شہید کر دیا گیا بہر حال اعلان تقسیم کے بعد لاہور دفتر مجلس احرار اسلام پہنچے۔

پاکستان میں مسلم لیگ کے ابتدائی دور میں علاقہ بدر کر دیا گیا۔ پھر ۹ ماہ سلانوالی مکان میں نظر بند رکھا ایک سال سلانوالی شہر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ پھر پنجاب بدر کیا تو سندھ کے علاقہ میں وقت گزارا ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ ضلع سرگودھا میں تحریک کی جان تھے۔

ایوب خان کے عہد میں عائلی قوانین کے خلاف بغاوت کا مقدمہ بنا۔ یحییٰ خان کے مارشل لاء دور میں سرگودھا، جھنگ، لائل پور تینوں شہروں سے وارنٹ جاری ہوئے تو حکومت کو بے بس کیا۔ ازخود گرفتاری جھنگ میں پیش کی۔ مکان کی قرقی اور جائیداد کی ضبطی کا حکم ہوا۔ جھنگ جیل میں رہے اور مقدمہ بھی جھنگ میں چلا ۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں مقدمات میں ملوث ہوئے انکے چھوٹے بیٹے سید خالد مسعود گیلانی کو سلانوالی میں ۱۶ ایم پی او کے تحت گرفتار کر کے سلانوالی حوالات پھر سرگودھا جیل بعد میں شاہ پور جیل میں رکھا گیا۔

۱۹۴۷ء سے ۱۹۹۴ء تک سلانوالی میں قیام پذیر رہے۔ سلانوالی میں مرزائیت شیعیت اور شرک کے خلاف اور بددینیت کے خلاف نبرد آزما رہے وہ سلانوالی میں دینی سماجی سیاسی حیثیت سے مسلمہ شخصیت تھے۔

مدرسہ حسینیہ حنفیہ جامع مسجد مدنی۔ دارالعلوم ختم نبوت مرکز آل محمد ﷺ سلانوالی اور گوجرہ میں جامعہ حنفیہ آل محمد ﷺ اہل سنت والجماعت یادگار ادارے چھوڑے ہیں۔ اسکے علاوہ پنجاب کے بہت سے مدارس کی سرپرستی اور تعاون کا سلسلہ تھا۔ پورے پنجاب کے بہت سے مدارس کی سرپرستی اور تعاون کا سلسلہ تھا۔ پنجاب بھر میں ہمہ وقت تبلیغی دورے جاری رہتے تھے۔

آپ کے چھوٹے بھائی مفتیؒ گوجرہ مولانا سید طفیل احمد شاہ صاحب گیلانی فاضل دارالعلوم دیوبند مولانا سید نیاز احمد شاہ صاحب گیلانی رحمہ اللہ (تلمبہ) خلیفہ حضرت رائے پوری برادر نسبتی۔ اور مولانا مفتی سید جاوید حسین شاہ صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم فیصل آباد تیسرے نمبر کے داماد ہیں۔ علاقہ بھر میں اپنی دینی خدمت کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ دو بیٹے مولانا سید اسد اللہ طارق، سید خالد مسعود گیلانی بیرونی ممالک میں خدمت دین میں مصروف ہیں۔ پانچ بیٹے چھ بیٹیاں حافظ قرآن ہیں۔ یہ سلسلہ اگلی نسل میں بھی الحمدللہ جاری ہے ایک پوتی چھے

نواسے تین نواسیاں حافظ قرآن ہیں۔ جبکہ چھے نواسے عالم بن رہے ہیں۔ اللہ پاک انکی سعی کو اپنی شان کے مطابق قبول فرمائیں (آمین)۔ ۲ سال فالج کے عارضہ میں مبتلا رہنے کے بعد ۲۰ ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ مورخہ ۲ مئی ۱۹۹۴ء بروز پیر صبح ۹-۳۰ پر خالق حقیقی سے جا ملے۔ بڑی بیٹی کے مکان پر فیصل آباد میں انتقال ہوا۔ جنازہ بعد ظہر فیصل آباد میں شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب مہتمم و بانی جامعہ اسلامیہ امدادیہ نے پڑھائی جبکہ سلانوالی میں چھوٹے بھائی مفتی سید طفیل احمد شاہ صاحب نے بعد مغرب پڑھائی اور دارالعلوم ختم نبوت مرکز آل محمد ﷺ سلانوالی میں دفن کیا گیا۔

حضرت شاہ صاحب مرحوم تمام عمر مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے۔ مسجد احرار ربوہ کے سالانہ اجتماعات میں بڑی باقاعدگی کے ساتھ شریک ہوئے۔ ان کی تقریریں شعلۂ جوالہ تھیں۔ وہ اپنی خطابت سے خرمنِ باطل کو جلا کر راکھ کر دیتے۔ حضرت امیر شریعت، ان کی جماعت، ان کی اولاد اور تمام اکابر احرار سے ان کی محبت لافانی تھی۔ ایسا پیکرِ وفا اب کہاں میسر آئے گا۔

ہمارے بعد کہاں یہ وفا کے ہنگامے
کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا

بخاری اکیڈمی ملتان کی اہم مطبوعات

صاحب طرز ادیب، مفکر احرار چودھری افضل حق کی خود نوشت سوانح

میرا افسانہ

قیمت: -/۱۱۰ روپے
رعائتی قیمت: -/۶۰ روپے، ڈاک خرچ: -/۱۰ روپے

تحقیق کی دنیا میں علماء اور دانشوروں سے داد و تحسین وصول کرنے والی اہم، تاریخی اور تہلکہ خیز کتاب

واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر
ایک نئے مطالعے کی روشنی میں

بے پناہ اضافوں کے ساتھ دوسرا اور نیا ایڈیشن
مصنف: مولانا عتیق الرحمن سنبھلی قیمت:
مقدمہ: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی -/۱۵۰ روپے

مفکر احرار چودھری افضل حق کی تین شاہکار کتابوں کا مجموعہ

دیہاتی رومان
معشوقۂ پنجاب
شعور

قیمت: -/۳۵ روپے

عظیم مجاہد آزادی، فدائے احرار

مولانا محمد گل شیر شہید

● سوانح ● افکار ● خدمات

مؤلف: محمد عمر فاروق۔ صفحات ۴۰۴۔ قیمت: -/۱۵۰ روپے

بخاری اکیڈمی، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحقیق

مولانا
عتیق الرحمن
سنبھلی

واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر

ایک نئے مطالعے کی ضرورت

میں نہ تاریخ کا طالب العلم رہا نہ کسی اور حیثیت سے تاریخ دانی کا دعویٰ۔ مگر میرا احساس بالکل اس نوعیت کا احساس ہے جیسے کسی بدیہی چیز کا احساس ہوتا ہے۔ اور اس نوعیت کے احساسات کو آدمی نہ رد کر سکتا ہے نہ خواہ مخواہ شک کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔ میرا احساس یہ ہے کہ ہماری تاریخ کا ایسا نازک حصہ جستدر احتیاط اور جستدر احساس ذمہ داری کے ساتھ قلمبند کئے جانے کی ضرورت تھی اسی قدر بے احتیاطی اور غیر ذمہ داری یہاں کارفرما نظر آتی ہے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو:۔

طبری ج ٦ ص ٢٣٢ پر ایک روایت بتاتی ہے کہ حضرت حسینؓ کربلا میں اترے تو وہ جمعرات کا دن اور محرم سن ٦١ ھ کی دوسری تاریخ تھی۔ پھر ص ٢٣٧ پر ایک روایت آتی ہے کہ جمعرات کا دن اور محرم کی ٩ تاریخ تھی کہ مخالف لشکر کے سالار عمر بن سعد، عبیداللہ ابن زیاد کے ایک فوری حکم کے ماتحت، عصر کے بعد اپنے کیمپ سے اٹھ کر حضرت حسینؓ پر چڑھائی کرنے کیلئے پہنچ گئے۔ مگر پھر مفاہمت ہو گئی۔ اور آئندہ صبح تک کیلئے کارروائی روک دی گئی، ظاہر بات ہے کہ اسکے بعد آئندہ صبح جو آئے گی تو وہ جمعہ کی صبح ہو گی۔ جب ٢ محرم کو بھی جمعرات بتائی گئی۔ پھر ٩ محرم کو بھی جمعرات ہی بتائی گئی تو ١٠ محرم کو سوائے جمعہ کے اور کوئی دن نہیں ہو سکتا۔ مگر آگے ص ٢٤٠ پر دوسری صبح کو عمر بن سعد کی کارروائی (یعنی اپنے لشکر کو حرکت میں لانے) کا بیان آتا ہے۔ تو ہمیں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ:۔

قال فلما صلی عمر بن سعد الغداة یوم السبت وقدبلغنا ایضاً انہ کان یوم الجمعة وکان ذالک الیوم یوم عاشوراء خرج فیمن معہ من الناس

راوی کہتا ہے پھر جب ہفتے کو عمر بن سعد نے فجر کی نماز پڑھ لی۔۔۔۔ اور ہمیں یہ بھی روایت ملی ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا۔۔ اور وہ دن عاشوراء (١٠ محرم) کا تھا۔ تو ابن سعد اپنے لوگوں کو لے کر نکلا۔

فرمائیے کہ ص ٢٣٢ اور ص ٢٣٧ والی روایتوں کے پس منظر میں جن میں ٢ تاریخ کو جمعرات کا دن اور پھر ٩ تاریخ کو جمعرات کا دن بتایا گیا ہے، کوئی تک اس طور پر ص ٢٤٠ کی اس روایت کو لینے کی ہے جس میں ١٠ تاریخ کو ہفتے کا دن بتایا گیا ہے؟

ہمیں نہیں معلوم کہ "وقد بلغنا ایضاً" (اور ہمیں یہ بھی روایت ملی ہے کہ یہ جمعہ کا دن تھا) یہ الفاظ طبری کے ہیں، یا راوی کے۔ اگر راوی کے ہیں اور طبری نے کچھ کہا ہی نہیں تب تو کہنا ہی کیا؟ اور اگر راوی کے نہیں طبری

کے ہیں، تب بھی ایک مورخ کی ذمہ داری کے لحاظ سے اس انداز کلام کو کوئی ذمہ دارانہ انداز نہیں کہا جا سکتا۔ جس سے ۱۰ محرم کو جمعہ کا دن ایک مشکوک دن بن جاتا ہے۔ حالانکہ گزشتہ بیانات کی رو سے وہ قطعی ہے، کہنے کی بات یہ تھی کہ "یہ دن ہفتے کا نہیں جمعہ کا ہونا چاہئیے۔ اور اگر ہفتہ ہی ثابت ہے تو پھر اگلے دونوں بیانات غلط ہیں۔"

طبری کا اپنا اعتراف

یہ مثال سامنے لا کر ہم طبری کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں کہہ رہے ہیں کہ اگر ان کی زندگی میں کہی جاتی تو شاید وہ کوئی صفائی دے سکتے۔ ان کا خود اپنا اعتراف ہے کہ انکے قاری کو ایسی روایات مل سکتی ہیں جو کسی طرح صحیح نہ ہو سکتی ہوں، جو کسی طرح سمجھ میں نہ آ سکتی ہوں۔ کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ:-

"میں نے اس کتاب میں جو کچھ ذکر کیا ہے اس میں میرا اعتماد اپنی اطلاعات اور راویوں کے بیانات پر رہا ہے نہ کہ عقل و فکر کے نتائج پر کسی قاری کو اگر میری جمع کردہ خبروں اور روایتوں میں کوئی چیز بایں وجہ ناقابل فہم اور ناقابل قبول نظر آئے کہ نہ اس کی کوئی تک بیٹھتی ہے نہ کوئی معنی بنتے ہیں تو اسے جاننا چاہئیے کہ ہم نے یہ سب اپنی طرف سے نہیں لکھا ہے بلکہ اگلوں سے جو بات ہمیں جس طرح پہنچی ہے ہم نے اسی طرح نقل کر دی ہے۔" (جلد اول ص ۵)

پھر کونسی بات بعید ہے

مورخ کا دامن جب اتنا وسیع ہو کہ اتنی موٹی اور دور سے نظر آنے والی اعجوبگی کے ساتھ بھی، جیسی کہ مذکورہ بالا مثال میں پائی جاتی ہے۔ ایک روایت کو اسکے یہاں بے چون و چرا جگہ مل سکتی ہے۔ تو پھر راویوں کی کونسی غلطی، مبالغہ آرائی یا غلط بیانی رہ جاتی ہے جس کی توقع ہمیں اپنے ان مورخین کی کتابوں میں نہیں کرنی چاہئیے؟ خاص کر کربلا جیسے واقعات میں کہ جن سے جذبات متعلق ہوتے ہیں۔ تعصبات متعلق ہوتے ہیں اور مثبت و منفی مفادات بھی متعلق ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ اس واقعے (واقعہ کربلا) اور اسکے پس منظر کے واقعات کے سلسلے میں جہاں بظاہر صحیح اور قابل قبول روایات موجود ہیں، وہیں نہایت منکر اور ناقابل قبول روایات کا بھی ڈھیر لگ گیا ہے۔ اور فی الواقع یہ صورت پیدا ہو گئی ہے کہ کسی روایت کو صحیح مانتے ہوئے بھی یہ ڈر لگتا ہے کہ گو عقلاً صحیح نظر آتی ہے مگر ہو سکتا ہے کہ واقعہ میں یہ بھی صحیح نہ ہو۔ خاص کر کربلا کے میدان والی روایات میں۔ اور اسی لئے ہم نے اگرچہ کچھ روایات کو عقل، عادت، حالات و ماحول اور دوسرے قابل لحاظ پہلوؤں کی روشنی میں، قابل قبول اور کچھ کو ناقابل قبول ٹھہرایا ہے۔ کچھ کو ترجیح دی ہے اور کچھ کو رد کردیا ہے، مگر جسکو صحیح ٹھہرایا اور جس کو ترجیح دی اسکو بھی فی الواقع اور سو فیصد صحیح کہنے کی ذمہ داری ہم نہیں اٹھا سکتے۔ جھوٹ اور سچ اور من گھڑت روایات کی وہ آمیزش نظر آتی ہے کہ اللہ کی پناہ۔

کربلا کے واقعے میں غلط بیانی کے اسباب

اور اس کی وجہ وہی ہے کہ کربلا کا سانحہ (چاہے جس شکل میں ہوا ہو) اول تو بجائے خود بہت جذبات انگیز

ہے۔ اور پھر اسکے پیچھے سیاسی صف آرائی کی ایک لمبی (کم از کم ۲۵ سالہ) تاریخ ہے جو ناگزیر طور پر دوطرفہ تعصبات کو بھی جنم دے چکی ہے اور مفادات میں دلچسپی رکھنے والے حلقے بھی بنا چکی ہے۔ مزید، کوفیوں کی جس بے وفائی اور غداری نے یہ سانحہ کرایا اسکا بھی تقاضہ ہے کہ (قبائلی رقابتوں کے ماتحت) ایک دوسرے کو الزام دینے اور اپنے آپ کو اندر سے باوفا دکھانے والی روایتیں گھڑی جائیں، خاص کر جبکہ واقعہ کے چند سال بعد ہی یزید کی وفات سے حالات نے ایک دم پلٹا کھا لیا تھا۔ اور ان سب باتوں سے اوپر بہت سے راویوں اور مقتل نگاروں کا وہ شیعی جذبہ، جو اگر اس نہایت قیمتی موقع کو ایمانداری کی نذر کر دیتا اور شیعیت کے مفاد کے لئے حسب ضرورت اور حسب استطاعت رنگ آمیزی اور روایت آفرینی کی خدمت انجام نہ دیتا تو یہ ایک غیر فطری بات ہوتی۔ غرض ان مختلف قسم کے محرکات و عوامل نے مل کر واقعہ کربلا اور اس کے پس منظر سے تعلق رکھنے والے واقعات کے بیان میں وہ غضب ڈھایا ہے کہ حقیقت کی یافت مشکل بن گئی۔ نہایت بے لاگ طریقے سے روایتوں کا تجزیہ کیا جائے تبھی ممکن ہے کہ صداقت تک رسائی ہو سکے۔

کام مشکل بھی اور ضروری بھی

اس قصے میں صداقت تک رسائی اور اس کا اظہار کسقدر مشکل (یعنی پر خطر) کام ہے۔ اس کا اندازہ کسی اور کو ہو یا نہ ہو، اس راقم کو تو اس وقت سے ہے جب اس موضوع پر ۲۷ سال پہلے والے مضمون میں بغیر یہ جانے ہوئے کہ کسی پوشیدہ صداقت کا اظہار ہوا جا رہا ہے، وہ روایت نقل کر دی گئی جس کے مطابق حضرت حسینؓ نے یہ آمادگی ظاہر کی تھی کہ:۔

(واما) ان اضع یدی فی یدیزید بن معاویہ فیری فیما بینی وبینہ رایہ۔

(اوریا) میں یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدوں پھر وہ جو مناسب سمجھے فیصلہ کرے۔

اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ اس بیان کی بنا پر یہ مضمون بڑا ہنگامہ خیز ہو گیا۔ اور آئندہ ماہ کے الفرقان میں جب پانچ چھ کتابوں کے حوالے سے یہ بیان مدلل کر دیا گیا تب بات قابو میں آئی لیکن وہ بھی صرف سچے علم دوست اور صداقت پسند لوگوں کی حد تک باقی جن لوگوں کے لئے یہ شاعری جزوایمان بن چکی تھی کہ

سر داد و نداد دست در دست یزید

وہ اپنے بے دلیل ایمان پر اس کے بعد بھی قائم اور سرگرداں رہے۔

ایک ناگزیر ضمنی بحث

اگرچہ یہ موقع کسی بحث اور تفصیل کا نہیں ہے تاہم اس اندیشے کے پیش نظر کہ آج کی ان سطروں کو پڑھ کر بھی ایسے تمام حضرات کو گرانی لاحق ہو، اسقدر بات یہاں کہدینا مناسب معلوم ہوتی ہے کہ یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے اور فیصلہ اس پر چھوڑنے کی بات طبری، ابن اثیر اور البدایہ والنہایہ وغیرہ سب کے صفحات میں اسقدر روشن حقیقت ہے کہ جو لوگ اس کے بیان پر ناراض ہوتے ہیں وہ سچائی سے ناخوش ہونے کے سوا اور کچھ نہیں کرتے۔

طبری نے اس واقعہ کے سلسلے کی سب سے پہلی روایت یہ دی ہے کہ حضرت حسینؓ نے عمر بن سعد سے ملاقات کی اور کہا کہ دونوں لشکروں کو یہیں کربلا کے میدان میں چھوڑ کر ہم تم دونوں یزید کے پاس چلیں۔ مگر عمر بن سعد نے اس کو قبول کرنے سے عذر کیا، اس کے بعد طبری میں دوسری روایت ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔

قال ابومخنف و اما ماحد ثنا بہ المجالد بن سعید و الصقعب بن زھیر الازدی وغیرھما من المحدثین فھو ماعلیہ جماعة المحدثین قالو ا انہ قال اختاروا منی خصالا ثلاثا اما ان ارجع الی المکان الذی اقبلت منہ واما ان اضع یدی فی ید یزید بن معاویة فیری فیما بینی وبینہ رایہ واما ان تسیّرونی الی ثغر من ثغورالمسلمین شئتم فاکون رجلاً من اہلہ لی مالھم وعلی ماعلیھم۔

ابو مخنف نے کہا۔ لیکن مجالد بن سعید اور صقعب بن زہیر وغیرہ محدثین کا قول وہ ہے جو محدثین کی جماعت کا قول ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت حسینؓ نے کہا تھا کہ میری تین باتیں قبول کرلو یا میں اس جگہ کو لوٹ جاؤں جہاں سے آیا ہوں۔ یا یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدوں پھر وہ میرے اور اپنے معاملے میں جو سمجھے فیصلہ کرے، اور یا تم مجھے مسلمانوں کے کسی سرحدی مقام پر جہاں بھی تم چاہو، پہنچادو، وہاں میں وہیں کا ایک آدمی ہو کر رہوں گا جیسے وہ سب، ویسا میں۔

سب سے پہلی روایت بھی طبری نے ابومخنف ہی سے لی تھی۔ اور وہ ابومخنف نے ایک فرد واحد ہانی بن ثبیت کے بیان کے طور پر دی تھی، بعد ازاں یہ دوسری روایت دی جس پر وہ محدثین کا اتفاق بتاتا ہے۔ اس کے بعد اسی ابومخنف کی ایک تیسری روایت طبری میں آتی ہے، جو حضرت حسینؓ کے قافلے کے ایک باقی ماندہ فرد اور خاندانی غلام عقبہ بن سمعان کا بیان ہے کہ میں اوّل سے آخر تک آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے کہیں کوئی اس طرح کی بات نہیں فرمائی جو لوگ بیان کرتے ہیں۔ آپ نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ:۔

دعونی فلاذھب فی ھذا الارض العریضة حتی ننظرمایصیر امر الناس (ص ۲۳۵)

مجھے چھوڑ دو کہ کہیں بھی اس لمبی چوڑی زمین میں نکل جاؤں حتیٰ کہ یہ بات (صاف ہو کر) سامنے آجائے کہ لوگ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔

اور پھر چوتھی روایت اسی ابومخنف سے (دوسری روایت کی تکمیل کے طور پر) ہے کہ عمر بن سعد سے آپ کی ملاقات (جو معاملے کے سلجھاؤ کیلئے آپ نے شروع کی تھی) تین یا چار بار ہوئی۔ اور اسکے نتیجے میں عمر نے ابن زیاد کو خط لکھا کہ اللہ کا شکر ہے معاملات سدھرنے کی صورت نکل آئی ہے اور حسینؓ نے پیش کش کی ہے کہ:۔

ان یرجع الی المکان الذی منہ اتی اوان تسیرہ الی ثغر من ثغور المسلمین شئتنا فیکون رجلاً من المسلمین لہ مالھم وعلیہ ماعلیھم اوان یاتی یزید امیرالمومنین فیضع یدہ فی یدہ فیری فیما بینہ وبینہ رایہ۔

یا تو وہ اسی جگہ کو لوٹ جائیں جہاں سے آتے تھے یا ہم انکو مسلمانوں کے جس کسی سرحدی مقام پر چاہیں

بھیجدیں اور وہاں وہ ایک عام مسلمان کی طرح رہیں گے، اور یا پھر وہ امیر المومنین یزید کے پاس چلے جائیں اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدیں۔ پھر وہ ان کے اور اپنے معاملے میں جو مناسب سمجھیں کریں۔

عقبہ بن سمعان کا بیان اگر اس معاملے میں مان لیا جاتا تو اس سے قضیہ کی ایک بڑی گتھی حل ہو سکتی تھی۔ جو عقبہ کے بیان کے برخلاف یہ دوسرا بیان ماننے سے پیدا ہوتی ہے کہ حضرت حسینؓ نے تین باتوں کی پیش کش کی تھی، جن میں سے ایک یہ تھی کہ وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کو تیار ہیں۔ اس بیان کو ماننے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ابن زیاد کو کیا مصیبت آئی تھی کہ اپنے ہاتھ میں ہاتھ دینے کا مطالبہ کر کے بے ضرورت قتال کی صورت پیدا کی؟ تاریخ کی روایات میں اس کا صرف ایک جواب ملتا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے چڑھا دیا (طبری ص ۲۲۶) مگر یہ کوئی اطمینان بخش جواب نہیں ہے۔ ابن زیاد کوئی ایسا ہلکا اور سطحی آدمی تو نظر نہیں آتا جو ایسی حماقت کسی کے چڑھانے سے کر لے۔ خاص طور سے جب کہ اسی روایت کا یہ بیان بھی سامنے رکھا جائے کہ عمر بن سعد کے اس خط پر ابن زیاد کا اپنا ردعمل نہایت مسرت اور قبولیت کا تھا۔ بہر حال راقم سطور کی نظر میں اس گتھی کا کوئی معقول اور تشفی بخش حل نہیں ہے۔ البتہ عقبہ بن سمعان کا بیان مان لیا جائے تو پھر سرے سے کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ قتال کی بات بالکل سمجھ میں آتی ہے۔ اور ابن زیاد کیلئے یہ کہنے کا موقع ہوتا ہے کہ "اچھا اب وہ ہاتھ میں آ کر ہمارے ہاتھ سے نکل جانا چاہتے ہیں؟" لیکن اس سہ گانہ پیش کش والی روایت کا پلڑا بھاری ہے اور اتنے شواہد اسکے حق میں پائے جاتے ہیں کہ چارو ناچار اسی کو ماننا پڑتا ہے۔ اور عقبہ بن سمعان کی شہادت کے بارے میں وہ کہنا پڑتا ہے جو جسٹس امیر علی مرحوم نے (اپنی شیعیت کے باوجود، مگر معقول پسندی کی بنا پر) کہا ہے کہ "عقبہ کا یہ انکار شاید اس بنا پر تھا کہ سہ گانہ پیش کش والی روایت میں انکو حضرت حسینؓ کی توہین نظر آتی تھی" (اسپرٹ آف اسلام مطبوعہ ۱۹۷۸ء، دہلی ص ۳۰۱)

اس روایت کے وزن کی سب سے پہلی بات تو ابو مخنف کا یہ بیان ہی ہے کہ "جماعت محدثین کا اس پر اتفاق ہے۔" دوسرے یہ کہ ابو مخنف اور طبری دونوں عقبہ بن سمعان کی بات نقل کرنے کے بعد آگے چوتھی روایت پانچویں روایت اور چھٹی روایت میں مسلسل وہ باتیں بیان کر کے جو سہ گانہ پیش کش کے نتیجے میں پیش آتی چلی گئیں گویا ابن سمعان کی بات کو ناقابل اعتنا قرار دیدیتے ہیں۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ ۱۰ تاریخ کے واقعات میں حضرت حسینؓ کے ساتھیوں کی زبان پر ابن سعد اور اسکے ساتھیوں کو خطاب کرتے ہوئے بار بار یہ بات ملتی ہے کہ:- افمالکم فی واحدہ من الخصال التی عرض علیکم رضی؟

کیا حضرت کی پیش کی ہوئی باتوں میں سے کوئی ایک بھی تم کو قبول نہیں؟

طبری ج ٦ کے صرف ۲ صفحوں (۲۴۴- اور ۲۴۵) میں تین جگہ یہ بات آتی ہے اور اسکے بعد بھی آتی چلی جاتی ہے۔ اس لئے کوئی گنجائش ہی نہیں کہ اس روایت کو نہ مانا جائے۔

اصل بات جو کہنا تھی

یہ ضمنی بات ناگزیر سمجھ کر عرض کی گئی، ورنہ اصل بات یہ کہی جارہی تھی کہ اس قصے میں اصل حقیقت اور

صحیح واقعات کی یافت بھی مشکل اور اس سے زیادہ اس کا اظہار مشکل اس لئے کہ اس میں لوگوں کو یا حضرت حسینؓ کی (معاذ اللہ) توہین نظر آتی ہے، اور یا یزید و ابن زیاد کی طرفداری۔ لیکن ہے یہ ایک ضروری کام۔ اس لئے کہ یہ "توہین" نظر آنا اور "طرفداری" نظر آنا، یہ دونوں باتیں ہم سب کی نظروں میں (الا ماشاء اللہ) شیعیت کا رنگ آ جانے کا نتیجہ ہے۔ اور یہ رنگ کوئی اچھا رنگ نہیں ہے۔ واقعہ کربلا سے اور جو کچھ ہوا، یا نہ ہوا ہو، شیعیت کو اپنی دوکان چمکانے اور اپنے اثرات پھیلانے کا وہ بے پناہ موقع ملا ہے کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ اور اسی لئے ضرورت ہے کہ نہایت ٹھنڈے دل سے پورے معاملے کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

سنی معاشرے پر شیعیت کے اثرات

میں اور کسی کا کیا کہوں، اپنے والد ماجد کا (اللہ ان کا سایہ مبارک دراز فرمائے) ایک اعتراف اور ایک بیان نقل کرتا ہوں۔

ذی الحجہ ۷۳ھ کے الفرقان میں میرا مضمون واقعہ کربلا شائع ہوا تو والد ماجد لکھنو سے باہر کہیں سفر میں تھے۔ میری عادت یہ رہی تھی کہ جو کچھ بھی لکھتا بالعموم ان کو دکھا کر ہی الفرقان میں دیتا تھا۔ مگر یہ مضمون ان کی حالت سفر کی وجہ سے نہیں دکھایا جا سکا تھا۔ واپس آ کر پڑھا تو میرے یہاں تشریف لائے۔ بقول خود بہت غصے میں گھر سے نکلے تھے کہ حضرت حسینؓ کے اقدام کو "بغاوت" سے تعبیر کر دیا۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ "یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دیدینے (یعنی بیعت یا سپردگی منظور کر لینے) کی لغو بات نہ جانے کہاں سے لکھدی! لفظ "بغاوت" کی خلش کے بارے میں تو خود ہی فرمایا کہ وہ آتے آتے راستے ہی میں دور ہو گئی کہ یہ ہمارے فقہاء کے یہاں برا لفظ تھا لیکن آج کل کا ہندوستانی تو اس لفظ کو اپنے یہاں کے آج کے استعمال کے مطابق بولے گا۔ اور آج کے استعمال میں خصوصاً تحریک آزادی ہند کے پس منظر میں، تو یہ لفظ ایک پسندیدہ اور فخر سے بولا جانے والا لفظ ہے نہ کہ کوئی مکروہ و مذموم لفظ، لیکن دوسری خلش باقی رہی اور وہ اس وقت دور ہوئی، جب پانچ چھ کتابوں کے حوالے میں نے پیش کئے جو ایک دوسرا وضاحتی مضمون لکھنے کے لئے جمع کئے گئے تھے۔

یہ بات تو آج سے ۳۷ برس پہلے ہوئی۔ زیر نظر کتاب کا وہ باب جب تیار ہوا اور والد ماجد نے سنا جو "حضرت مغیرہ بن شعبہ اور یزید کی ولی عہدی" کے متعلق ہے، تو بیان فرمایا کہ ہمارے بچپن میں عشرہ محرم میں ہمارے گھر مجلس ہوتی تھی، ہمارے بڑے بھائی صاحب تاریخ ابن خلدون سے حضرت حسینؓ کی شہادت کا بیان سناتے تھے، جس میں حضرت مغیرہ کا ذکر بھی آتا تھا، تو بعض بڑے بوڑھوں کا ان کے متعلق یہ کہنا یاد ہے کہ "ہاں شیرے کی بوند تو مغیرہ ہی نے لگائی تھی،" یعنی فساد کا بیج تو انہوں نے ہی بویا تھا۔ ایک صحابی (اور وہ بھی صاحب فضائل و مناقب صحابی) کے متعلق کس بے تکلفی سے کتنی بڑی بات کہدی جاتی تھی!..... اور یہ ہمارے وطن سنبھل کے پرانے بڑے بوڑھوں ہی میں نہیں کہدی جاتی تھی، جن کے پاس کوئی خاص علم نہ تھا اور جن کے زمانے تک اس موضوع پر کوئی بڑا اصلاحی کام ہندوستان میں نہ ہوا تھا۔ بلکہ ہمارے زمانے کے ایسے اہل علم تک جن کے متعلق اس طرح کے کسی تبصرے کا خیال بھی ان کے علمی اور تنقیدی مذاق کی بنا پر نہیں کیا جانا چاہیئے تھا۔ ان کے قلم سے

ہم بعینہ یہی "شیعیت" ٹپکتی ہوئی دیکھتے ہیں۔ یزید کی ولی عہدی کے قضیے میں اس فضول سی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے جو کہتی ہے کہ حضرت مغیرہ نے اپنی گورنری بچانے کیلئے یزید کی ولی عہدی کا خواب حضرت معاویہؓ کو دکھایا جو ان کیلئے اتنا خوش کن تھا کہ حضرت مغیرہ سے لی جانی والی گورنری بحال کر دی۔ کس طنزیہ انداز میں لکھا گیا ہے کہ:۔

"یزید کی ولی عہدی کے لئے ابتدائی تجویز کسی صحیح جذبے سے نہیں ہوئی تھی، بلکہ ایک بزرگ نے اپنے ذاتی مفاد کیلئے دوسرے بزرگ کے ذاتی مفاد سے اپیل کر کے اس تجویز کو جنم دیا"

حضور ﷺ کی قرابت کا احترام یا عصمت کا عقیدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت بے شک قابل لحاظ اور واجب الاحترام شے ہے۔ وہ آدمی بد نصیب ہے۔ جو آپ ﷺ کی قرابتوں کا لحاظ اور احترام نہ کر سکے۔ لیکن لحاظ و احترام الگ چیز ہے۔ اور معصومین محض کا درجہ کسی کو دینا الگ چیز ہے۔ شیعیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت فاطمہ، حضرت علی اور حضرات حسن و حسین (رضی اللہ عنہم) کو بھی عصمت کے درجے پر فائز کرتی ہے۔ نتیجے میں ان محترم حضرات سے کسی خطا اور بھول چوک کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ ان سے اختلاف کی صورت میں اختلاف کرنے والا لازماً ہی خطا کار و گنہگار قرار پائے گا۔

ہم اہل سنت بطور عقیدہ یہ بات نہیں مانتے مگر بہت تھوڑے لوگوں کو چھوڑ کر ہمارا عمل اسی ذہنی رویے کی شہادت دیتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے سے حضرت عثمان غنی کے زمانے تک کے معاملات میں بعض دوسری اعتقادی قسم کی رکاوٹیں ہمیں اس رویے کے اظہار کی اجازت نہیں دیتیں۔ لیکن اس دور کے ختم ہوتے ہی جو نیا دور شروع ہوتا ہے تو ہمارے اس رویے کے اظہار کا دور بھی شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے اختلاف کی کہانی میں ہم ذرا بھی انصاف پسندی کا مظاہرہ نہیں کرتے، انصاف کے بجائے حضرت معاویہؓ کو بس کچھ رعایت بمشکل دیتے ہیں۔ اگر ہم سچ مچ انصاف پر آمادہ ہو سکتے تو اس قضیے کی صورت ہماری نظروں میں آج بہت کچھ مختلف ہوتی ہم اپنے اس رویے کو کتاب و سنت پر مبنی کچھ اعتقادات سے مربوط کرتے ہیں۔ مگر واقعہ میں اس کا ربط ان شیعی اثرات سے ہے جن سے اہل سنت کا کوئی طبقہ بھی بمشکل بچ سکا ہے۔

بے انصافی کی ایک مثال

بے انصافی کی صرف ایک مثال لیجئے۔۔۔۔ اس لئے کہ یہاں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔۔۔۔ کہ جن تاریخی کتابوں سے ہم حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت علیؓ پر "سب و شتم" کی روایتیں پاتے ہیں انہیں کتابوں کی شہادت یہ ہے کہ:

وكان على اذا صلى الغداة يقنت فيقول: اللهم العن معاوية وعمراً واباالاعورو حبيبا وعبدالرحمن بن خالد والضحاک بن قيس والوليد فبلغ ذالک معاوية فكان اذاقنت لعن

علیا وابن عباس والحسن و الحسین والاشتر۔

اور (واقعہ تحکیم کے بعد) علی جب فجر کی نماز پڑھتے تو قنوت پڑھتے اور کہتے کہ اے اللہ لعنت کر معاویہ پر، عمرو پر ابوالاعور پر، حبیب پر عبدالرحمن بن خالد (بن ولید) پر ضحاک بن قیس پر اور ولید پر۔ پس یہ بات جب معاویہ کو معلوم ہوئی تو وہ بھی جب قنوت کرتے تو علی ابن عباس، حسن، حسین اور اشتر پر لعنت کرے۔

لیکن اس صاف و صریح بیان کے باوجود ہمیں صرف اتنا یاد ہے کہ معاویہ اور ان کے ساتھی حضرت علیؓ پر سب و شتم کرتے تھے۔ یہ نتیجہ حضرت علی کے اس احترام کا نہیں ہے جو ازروئے کتاب و سنت ہم پر واجب ہے۔ کیونکہ کتاب و سنت بے انصافی نہیں سکھاتی۔ بلکہ اس "احترام" کا نتیجہ ہے جو شیعیت والے عقیدہ معصومیت سے لازم آتا ہے۔ اہل سنت کے اصل مذہب کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اگر یہ روایت حضرت علیؓ کے حق میں قابل یقین یا قابل بیان نہیں تھی تو ایسا ہی حضرت معاویہ کے حق میں بھی سمجھا جاتا۔

حضرت علی کے مقابلے میں جیسے کچھ بھی تھے۔ حضرت معاویہ بہر حال ایک صحابی تھے۔ اس لئے ہم اپنے علم کلام کے ماتحت مجبور ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ کچھ رعایت برتیں لیکن جب ان کے بیٹے یزید کا دور آتا ہے تو اسکے اور حضرت حسین بن علیؓ کے معاملے میں ہم میں اور شیعوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔ اس لئے کہ یزید کو ایسا کوئی تحفظ حاصل نہیں تھا۔ جیسا اس کے والد حضرت معاویہ کو حاصل تھا۔ شیعوں نے "مثلاً" کہا کہ وہ فاسق و فاجر تھا۔ اور کسی طرح اس لائق نہ تھا کہ تخت خلافت پر اس کو جگہ ملتی تو یہ بات چونکہ حضرت حسینؓ کی حمایت میں کہی گئی تھی۔ اس لئے بالکل باسانی ہم نے بھی یہی کہنا شروع کر دیا پھر بعض کو خیال آیا کہ اس سے تو حضرت معاویہ پر بڑا الزام آتا ہے۔ تب یوں کر دیا گیا کہ حضرت معاویہ کی زندگی میں تو وہ ایسا نہیں تھا۔ لیکن بعد میں ہوا۔ حد ہے کہ ابن خلدون جیسا آدمی جس نے یزید کی ولی عہدی کی زبردست وکالت اپنے مقدمہ تاریخ میں کی ہے۔ وہ بھی ذرا سا آگے چل کر جب یزید اور حضرت حسینؓ کے قضیے پر آتا ہے تو ٹھیک یہی بات کہنی شروع کر دیتا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ فاسق و فاجر ہو گیا تھا۔ کب ہو گیا تھا؟ اور کب اس بات کا پتہ چلا؟ تاریخ تو کوئی سی بھی اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ ہر جگہ ایک ہی بیان ہے کہ جیسے ہی مدینے کے گورنر نے حضرت حسینؓ کو یہ اطلاع دی کہ حضرت معاویہ انتقال فرما گئے اور ان کے ولی عہد یزید بن معاویہ آپ سے بیعت چاہتے ہیں ویسے ہی حضرت حسینؓ نے مدینہ چھوڑ دینے کا ارادہ فرما لیا اور آنے والی رات میں مع تمام خاندان کے مکے کی راہ لے لی اسکے بعد جب اسکی اطلاع شیعان عراق کو پہنچی تو وہ بھی اپنے مشاورتی جلسے کر کے عازم مکہ ہوئے اور صرف سوا مہینے کی مدت میں یہ مرحلہ آ گیا کہ عراق میں حالات کی جانچ پڑتال اور ضروری پیشگی تیاریوں کے لئے مسلم بن عقیل کوفے کو روانہ کر دیئے گئے تو کیا یہ سمجھا جائے کہ یزید نے تخت خلافت بعد میں سنبھالا والد کے انتقال کی خبر پاتے ہی فسق و فجور کا وہ عالم برپا کیا کہ حضرت معاویہ کے انتقال کی خبر سے پہلے یزید کے فسق و فجور کی خبریں پھیل گئیں؟ حالانکہ سچائی یہ ہے کہ اس بات کیلئے سوا مہینہ بالکل ناکافی تھا، کم از کم ایک سال تو گزرتا "بیچاری مے" کی طرح فسق و فجور مفت میں بدنام ہوا ہے۔

لکیر کی فقیری یا طلب علم و تحقیق؟

اب ایک طریقہ تو یہ ہے کہ جب ابن خلدون جیسے آدمی نے بھی یہی لکھدیا تو پھر ثبوت ہو یا نہ ہو، سمجھ میں آئے نہ آئے، نہ ماننے کی کیا گنجائش ہے؟ یہ وہ طریقہ اور وہ طرز فکر ہے جس نے سچی بات یہ ہے کہ ہمارا خانہ خراب کیا ہے اور علم کے نام سے جہل قابل فخر بن گیا ہے۔ اگلوں کی توقیر اور تعظیم کے نام پر طلب علم و تحقیق کی راہ بند کرنے والا یہ طرز فکر اگر ہمارے یہاں عام نہ ہوا ہوتا تو ہمارا عالم آج کے عالم سے بہت مختلف ہوتا۔ منجملہ اسکے یہ جو شیعیت ہمارے یہاں اس وقت گھس آئی تھی جب اس نے ایک باقاعدہ متوازی مذہب کی شکل اختیار نہیں کی تھی، یہ بعد کے دور میں قطعی طور سے نکالی جا سکتی تھی، اور نکالدی جاتی اگر طالب علمانہ کی جگہ یہ متصوفانہ ذہنیت ہم پر حاوی نہو چکی ہوتی کہ جو اوپر والوں نے کہدیا وہ حرف آخر اور پتھر کی لکیر ہے۔ اور اس لکیر کی فقیری ہم کو کرنا ہی ہے۔

مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

اللہ ہی جانے کہاں سے یہ طرز فکر اس دنیائے اسلام میں آیا جس کا خمیر ہی ذاتی غور و فکر کی دعوت سے اٹھایا گیا تھا اور آباء و اجداد اور رہبان (مشائخ) و احبار (علماء) کی اندھی تقلید کو ضلال و خسران بتایا گیا تھا؟ کھلی ہوئی بات ہے اور ہم بھی جانتے اور مانتے ہیں کہ کوئی آدمی عالم کل نہیں ہوتا۔ پھر ہر ایک کا کچھ نہ کچھ خاص زاویہ نظر ہوتا ہے، ہر ایک اپنے زمانے، اپنے ماحول اور ماحول پر غالب چیزوں سے متاثر ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی کتنا بھی بڑا عالم اور محقق ہو کہیں نہ کہیں ٹھوکر ضرور کھائے گا، کسی نہ کسی لاعلمی یا غلط فہمی کا شکار ضرور ہوگا۔ (الاماشاءاللہ) اس لئے اگر اسکے احترام کے ساتھ ساتھ علم کے حق کا احترام بھی منظور ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ اسکی باتوں کو تقلیداً لینے کے بجائے تحقیقاً لینے میں کوئی حرج سمجھا جائے اور "خذ ما صفا ودع ما کدر" (جو ٹھیک ہے وہ لے لو، جس میں گڑبڑ ہے وہ چھوڑ دو) کے دانشمندانہ مقولے پر عمل نہ کیا جائے۔ کسی بڑے آدمی کے حوالے ہی کی ضرورت اگر اس کھلی ہوئی بات کو بھی قبول کرنے میں ہو تو حضرت امام مالک کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

كل يوخذ منه ويُرَدّ عليه الا صاحب هذا القبر

سوائے اس قبر والی ذات گرامی کے ہر ایک کا قول جس طرح قابل قبول ہو سکتا ہے قابل رد بھی ہو سکتا ہے۔

ہر انسان کی اس محدودیت اور انفعالیت کے علاوہ ایک دوسری کھلی ہوئی بات یہ ہے کہ کسی گزشتہ زمانے کو ہم اخلاق و کردار اور عادات و اطوار کے لحاظ سے اسکے بعد والے زمانوں کے مقابلے میں خواہ کیسا ہی بہتر سمجھیں مگر وسائل کے معاملے میں ہر بعد والا زمانہ پہلے زمانوں کو پیچھے چھوڑتا آ رہا ہے۔ وسائل علم کا بھی یہی حال ہے کہ وہ برابر ترقی پذیر ہیں۔ کتنے ہی علوم جو اگلی صدیوں میں یا تو مدون نہ تھے، اور مدون ہو گئے تھے، تو انکے مجموعے آسانی سے دستیاب نہ تھے، جبکہ زمانے کی ترقیوں نے انکو اب نہایت منقح شکلوں میں ہر کہ و مہ کی دسترس میں کر دیا ہے۔ پھر علمی تحقیقات کو آسان بنانے کا فن الگ نئے نئے طریقے اور وسیلے ایجاد کر کے اپنے کرشمے دکھا رہا ہے۔ نتیجے میں

نئی علمی تحقیقات کا بھی ایک سلسلہ قائم ہو چکا ہے۔ ایسے حال میں ہمارا علم جوں کا توں اور جمود مطلق کا نمونہ بنا رہے۔ جس معاملے میں جو بیان اگلے لوگ دے گئے تھے، اور جو رائے ظاہر کر گئے تھے، اسے نئے اور بہتر وسائل کی روشنی میں پرکھ کر دیکھنے اور پھر رد کر دینے یا قبول کئے رہنے کا اپنا فیصلہ کرنے کی جرات کے بجائے ہم جوں کے توں اسی رائے پر قائم رہنے میں اور ہر نئی آواز اور نئی رائے سے لڑ جانے میں اپنی سعادت سمجھیں۔ یہ سب بے شک (حسن نیت کے ساتھ) اخروی سعادت ضرور ہو سکتی ہے۔ مگر دینوی سعادت کی قیمت پر ہو گی..... اور ہو رہی ہے..... جبکہ ہمارا دین بیک وقت دونوں سعادتوں کا کفیل ہے اور دونوں کی بیک وقت طلب ہی وہ ہمیں سکھاتا ہے۔

دوسرا طریقہ جو ابن خلدون جیسے اہل علم کا اصلاً طریقہ ہے یہ ہے کہ ہمیں اگر حضرت حسین کی زندگی میں یزید کے فسق و فجور کی کوئی معتبر معاصر شہادت نہیں ملتی تو پھر ساری دنیا کہے، بشمول ابن خلدون کہنے، تب بھی اس قول اور بیان کو بس اس پر محمول کرنا چاہیئے کہ بعض باتیں اپنی شہرت کی بنا پر اس درجہ یقینی اور قطعی بن جاتی ہیں اور ایک زمانے تک بنی رہتی ہیں کہ انکی واقعیت میں کسی شک اور انکے بارے میں کسی تحقیق کی ضرورت کا سوال ہی ذہن میں نہیں آتا۔ اور یہی چیز اس معاملے میں پیش آئی ہے۔ حضرت حسین جیسی شخصیت کا یزید کے آدمیوں کے ہاتھوں قتل اور پھر شیعہ پروپیگنڈہ مشینری (جس نے پروپیگنڈے کے زور پر حضرت عثمان جیسے عظیم المرتبت صحابی کو ایک کافر و مرتد باور کرا دیا تھا) ان دو چیزوں کی طاقت مل کر یزید کے بارے میں کیا کچھ نہیں باور کرا سکتی تھی؟ اس شہرت کا پردہ جب تک چاک نہ ہوا تھا۔ اور پروپیگنڈے کا سر ٹوٹا نہ تھا تب تک جس طرح بات چلتی رہی چلتی رہی مگر کیا وجہ ہے کہ ہمیشہ یوں ہی چلتی رہے اور حقیقت کھل جانے پر بھی اسکے ساتھ حقیقت پسندانہ معاملہ نہ کیا جائے؟

مومن کا معیار اور اس کی ذمہ داری

یزید سے ہماری کوئی رشتہ داری نہیں۔ اور اگر ہے تو پہلے حضرت حسینؓ سے ہے۔ حضرت معاویہؓ سے ہماری کوئی رشتہ داری نہیں، اور اگر ہے تو پہلے حضرت علیؓ سے ہے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی ذات اقدس کی طرف یہ تمام رشتہ داریاں لوٹتی ہیں انکی مبارک تعلیم نے ہمارا رشتہ سب سے پہلے حق اور صداقت کے ساتھ قائم کر دیا ہے۔ باقی تمام رشتہ داریوں کا درجہ اسکے بعد رکھا ہے۔

یاایھاالذین امنواکونو قوامین بالقسط شھداء للّٰہ ولوعلیٰ انفسکم اوالوالدین والاقربین

اے ایمان والو مضبوط کھڑے ہو انصاف کے ساتھ گواہ بن کر اللہ کے۔ اگرچہ گواہی تمہارے اپنے خلاف ہو یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں کے خلاف ہو۔

یاایھاالذین امنواکونو قوامین للّٰہ شھداء بالقسط ولایجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھوا اقرب للتقوی۔

اے ایمان والو کھڑے ہو مضبوط اللہ کیلئے انصاف کے گواہ بن کر۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں بے انصافی پر آمادہ نہ کرے انصاف ہی کرو کہ یہ قرین تقوی ہے۔

اسلام کی اس واضح اور صریح تعلیم کو دھیان میں رکھتے ہوئے ہمیں تو اس کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی کہ یزید کیلئے اور حضرت حسینؓ کے لئے ہمارے پاس الگ الگ ترازو اور الگ الگ باٹ ہوں۔

العین تدمع والقلب یحزن ولانقول الا مایرضی بہ ربنا

آنکھوں میں نم ہے اور دل میں غم مگر زبان سے بس وہی کہیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہے۔

حضرت حسینؓ اور یزید کے قضیے کا مطالعہ اگر اللہ و رسول کی ان تعلیمات کی روشنی میں اسی اسپرٹ سے کیا جائے جس اسپرٹ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک یہودی ملزم کے ساتھ برابری کی سطح پر اپنے قاضی کی عدالت میں حاضری قبول فرمائی جس اسپرٹ کے ساتھ قاضی نے حضرت علیؓ کے خلاف فیصلہ دیا۔ (اور صرف اس ٹیکنیکل بنیاد پر دیا کہ گواہی کا نصاب (کورم) پورا نہیں ہے اور جس اسپرٹ کے ساتھ حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ بے تامل قبول فرمایا۔ انصاف کی اس اسپرٹ کے ساتھ اگر ہم معاملے کو جانچنے کی کوشش کریں۔ تو اس قضیے میں اب تک جو تصور چلا آ رہا ہے۔ اسکے باقی رہنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اور اگر واقعی ایک ایماندارانہ اور غیر جانبدارانہ مطالعہ اس تصور اور تاثر کو باقی رکھنے کی اجازت نہیں دیتا جو اس معاملے میں ابتک عام طور سے رہا ہے تو پھر یقیناً یہ ایک ایماندارانہ فریضہ ہے کہ اس مطالعے کو سامنے لایا جائے۔ اور ان تمام حلقوں تک اسے پہنچانے کی امکان بھر سعی کی جائے جو اب تک کے تصور کو ایک ایمانی سعادت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور اسطرح حقائق کے ساتھ بے انصافی جیسی غلط چیز ایمان کا تقاضا بن جاتی ہے۔

اس کام کی ضرورت

ہمیں پورا احساس ہے بلکہ تجربہ ہے جس کا اوپر اظہار ہو چکا ہے کہ ایسے معاملات میں جن کا تعلق نازک قسم کے جذبات سے جڑ گیا ہوا ایک صدیوں اور نسلوں سے جمے ہوئے تاثر اور تصور کو چھیڑنا ایک پر خطر کام ہے۔ مزید یہ اس لئے بھی ایک دشوار کام ہے کہ خود اپنے جذبات کی دنیا بھی اس "ایمانداری" کے ہاتھوں جگہ جگہ آزمائش میں پڑتی ہے۔ اس لئے کہ ابتک کا عمومی تصور کچھ نہ کچھ ہم کو بھی ورثے میں ملا ہے۔ مگر یہ معاملہ جیسا کہ اوپر بھی گزر چکا ہے۔ ان معاملات میں سے ہے جنھوں نے ہمارے دینی زاویہ نظر کو مجموعی طور سے بہت متاثر کیا ہے۔ یہ ان معاملات میں سے ہے جن معاملات نے ہمارے اندر ایمانداری اور غیر جانبداری کے شعور کو مدھم کیا ہے، جن معاملات نے انصاف پسندی کی بے لاگ اسلامی روح کو بے جان کر دیا ہے اور حقیقت بینی اور حقیقت پسندی جو اسلام کی سب سے بڑی دین تھی اس سے امت کو بحیثیت مجموعی محروم کیا ہے۔ امت کا ہر حلقہ (خاص طور سے ہر دینی حلقہ) جو آج اپنے آپ کو معیار حق بنائے ہوئے ہے اور اس طرح حق سب سے زیادہ مشتبہ اور متنازعہ چیز بن گئی ہے، یہ ایسے ہی معاملات کا رفتہ رفتہ اثر ہے جن میں انصاف اور حقیقت پسندی جیسے اولین اسلامی اور انسانی تقاضوں کو دوسرے تیسرے اور چوتھے درجے کے تقاضوں سے مغلوب ہو کر قربان کر دیا جاتا رہا۔ ہمارے اندر نئے نئے حلقوں کی پیدائش پرانے حلقوں کے باہمی بعد میں اضافہ اور ان میں سے ہر ایک کے اندر انتشار اور ٹوٹ پھوٹ کے

بقیہ ص ۴۸

تاریخ

شہادت حسینؓ

ابو سفیان تائب

خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہ کے نور نظر، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لخت جگر، نواسۂ رسول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تاریخ اسلام کا ایک المناک حادثہ ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے وطن سے کوسوں دور کربلا میں بے یار و مددگار عالم غربت میں جس عظیم قربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے کنبے کو شہید کرایا۔ تاریخِ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

لاکھوں سلام ہوں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے غیرت مند، بہادر اور شجاع فرزند پر...... اور اللہ کی بے شمار لعنت ہو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر.....! سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کون تھے....؟ اور واقعۂ کربلا کا پس منظر اور اس کے اسباب کیا تھے....؟ یہ جاننے کے لئے ہمیں آثارِ صحابہؓ اور تاریخی شواہد کی روشنی میں اس حادثہ فاجعہ کا جائزہ لینا ہوگا۔

درحقیقت واقعۂ کربلا نہ تو کفر و اسلام کا معرکہ تھا اور نہ ہی حق و باطل کا اختلاف بلکہ یہ یہود کی ان سازشوں کا نتیجہ تھا جن کے ذریعے وہ مسلمانوں کی دن بدن بڑھتی ہوئی قوت کو ختم کرنا چاہتے تھے اور مسلمانوں میں ایسے اختلافات پیدا کرنا چاہتے تھے کہ یہ امت عظیمہ ٹکڑوں میں بٹ کر آپس میں دست و گریباں ہو جائے اور دنیا میں سچے دین..... اسلام کی ترقی رک جائے۔

یہود دینِ اسلام کے ازلی دشمن ہیں۔ ان کی یہ دشمنی اس وقت اور زیادہ بڑھ گئی جب مسلمانوں نے یہودیوں کے مرکز خیبر کو فتح کیا۔ غزوہ خیبر میں سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے شجاعت و بہادری کے بے مثال جوہر دکھائے اور یہود کی ذلت آمیز شکست کا ذریعہ بنے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عظیم فتح نصیب فرمائی اور عرب میں یہود کی سیاسی قوت کا مکمل خاتمہ ہو گیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام یہود کو سرزمین عرب سے نکل جانے کا حکم دیا جس سے ان کے دلوں میں انتقام کی آگ اور زیادہ تیز ہو گئی۔

یہود یہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی ترقی اور فتوحات کا راز ان کے آپس کے اتفاق و اتحاد میں ہے اور جب تک مسلمان متحد ہیں دنیا کی کوئی طاقت ان پر غالب نہیں آسکتی۔ لہذا انہوں نے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے اور ان کے مثالی اتفاق و اتحاد میں دراڑیں ڈالنے کی سازشیں شروع کر دیں۔ چنانچہ ان مکروہ عزائم میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے یہود کے ایک فرد عبداللہ ابن سبا نے جو یمن کا رہنے والا تھا۔ بظاہر اسلام قبول کیا اور مسلمانوں کا جھوٹا ہمدرد بن کر مسلمانوں میں نسلی اور خاندانی رقابتیں پیدا کرنے لگا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور تک تو اپنے ان ناپاک عزائم کی تکمیل میں وہ ناکام رہا لیکن خلیفہ ثالث سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ کی نرم دلی کو دیکھ کر اس نے محسوس کیا کہ اب اس مشن کو پایہ تکمیل تک

پہنچانا آسان ہے۔ لہذا اس بد فطرت نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف سادہ لوح مسلمانوں کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ اس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر اقربا پروری اور خیانت جیسے جھوٹے اور سنگین الزامات لگائے۔ خلیفہ ثالث کو اس کی ان سازشوں کا علم ہوا تو آپ نے اسے مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ وہ جل بھن کر مدینہ سے نکلا اور سیدھا بصرہ آیا اور پہلے سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ اپنے مشن کا آغاز کیا چونکہ ان علاقوں میں اکثریت نئے مسلمانوں کی تھی جن میں سے بہت سے ناپختہ ذہن مسلمان اس منافق اعظم کے فریب کا شکار ہو کر اس کے ساتھ مل گئے۔ پھر اس نے بصرہ سے کوفہ کا رخ کیا اور دمشق سے ہوتا ہوا مصر جا پہنچا۔ مصر کی زمین اسے اپنے کام کے لئے زیادہ زرخیز نظر آئی۔ اس لئے اس نے مصر کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنالیا۔ اس نے مختلف غلط عقائد و نظریات گھڑ گھڑ کر لوگوں میں پھیلانے شروع کر دیئے۔ شیعہ مذہب کی معتبر کتاب ''رجال کشی'' کے صفحہ نمبر ۷۱ میں ہے کہ ''بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ ابن سبا یہودی تھا۔ پھر اسلام لایا اور حضرت علیؓ کی محبت کا دم بھرنے لگا۔ وہ اپنی یہودیت کے زمانے میں موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون کے بارے غلو کرتا تھا۔ پھر اس نے حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام کا اظہار کرتے ہوئے حضرت علی کے بارے اسی قسم کی باتیں کہنی شروع کیں۔ عبداللہ ابن سبا پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی کی امامت فرض ہونے کے عقیدے کو مشہور کیا اور ان کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کیا اور انکے مخالفین کو کھلم کھلا کافر کہنا شروع کیا۔''

یہودی النسل منافق اعظم عبداللہ ابن سبا نے حب علی کا جھوٹا لبادہ اوڑھ کر عام مسلمانوں کے دلوں میں دیگر صحابہ کرام کی دشمنی کا بیج بونے کی سر توڑ کوششیں کیں اور ایک ایسا گروہ تیار کرنے میں کامیاب ہو گیا جس نے خلفاء ثلاثہ کو غاصب اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کا اوّل حقدار سمجھنا شروع کر دیا۔ حالانکہ خلافت کا مسئلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ ہی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلیٰ پر کھڑے کر کے خود ہی حل فرما دیا تھا۔ اور اس کی تائید سیدنا علی رضی اللہ عنہ بایں الفاظ فرما چکے تھے۔ کہ جس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کا امام بنایا دنیا کے معاملے میں بھی وہی ہمارا امام ہے۔

عبداللہ ابن سبا کی یہ تحریک اس قدر مضبوط ہوئی کہ خلیفہ ثالث کے خلاف بغاوت پر اتر آئی۔ باغیوں کا یہ گروہ مدینۃ الرسول میں داخل ہوا اور انتہائی ظلم و بربریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلیفہ ثالث، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے خالو، رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد، سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چالیس دن تک پانی بند رکھا اور خلیفہ وقت پر مسجد نبوی کے دروازے بند کر دیئے۔ اور انکے گھر میں داخل ہو کر دوران تلاوت قرآن خلیفہ ثالث کو انتہائی بے دردی سے قتل کر ڈالا۔ پھر یہی اسلام کے دشمن حب علی کا جھوٹا دعویٰ کر کے شیعان علی میں داخل ہو گئے، مسلمانوں کی جماعت میں مزید تفرقہ ڈالا اور اسی سبائی گروہ نے خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قصاص عثمان کے مطالبہ کے پیش نظر بننے والی مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں اپنی سازشوں کے ذریعہ جنگ و جدل کا بازار گرم رکھا، چہار اطراف مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی فتوحات کا سلسلہ رک گیا اور مسلمانوں پر ابتلا کا کٹھن دور گزرا۔ اور آخر کار سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان ہی کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے

شیعہ عبد الرحمن ابن ملجم نے کوفہ کی جامع مسجد کے باہر زہر میں بجھی ہوئی تلوار کا وار کر کے شہید کر دیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے فرزند اکبر نواسہ رسول سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے عین مطابق مسلمانوں کے چھٹے خلیفہ برحق سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک ارشاد کا مصداق بن گئے۔

ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔

ترجمہ۔ بیشک میرا یہ بیٹا (حسنؓ) سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی باہمی صلح سے سبائیوں کی تمام تدبیریں ناکام ہو گئیں۔ تمام مسلمان آپس میں متحد ہو کر ایک امام وخلیفہ برحق سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پرچم تلے جمع ہو گئے اور تاریخ میں یہ سال عام الجماعت (جماعت کا سال) کے نام سے مشہور ہوا۔ مسلمانوں کا یہ اتفاق و اتحاد سبائیوں کو ایک آنکھ نہ بھایا اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو پھر سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ پر اکسانے لگے مگر مصلح امت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی بہتری کی خاطر ان کی ہر تجویز کو رد فرما دیا جس کے نتیجہ میں ان بدطینت و بد باطن جھوٹے شیعان علی نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ آپ کے نیچے سے جائے نماز کھینچ لی اور ران میں تیر مار کر آپ کو زخمی کیا اور آپ کے بارے میں مذل المومنین (مومنوں کو ذلیل کرنے والے) جیسے توہین آمیز الفاظ استعمال کئے۔ اور آپ کے قتل کے درپے ہو گئے۔ اس سلسلہ میں شیعہ کی مشہور کتاب کافی جلد نمبر ۸ کے صفحہ نمبر ۲۶۰ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی موجود ہے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے علی! اپنے بیٹوں کو اپنے شیعوں سے بچانا وہ انہیں قتل کر دیں گے۔" مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سبائیوں کی کوئی بات نہ مانی تو انہوں نے آپ کو زہر دلوا کر شہید کروا دیا۔ اب انہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اکسانا شروع کیا مگر اس کوشش میں بھی وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ چونکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ انتہائی مدبر، حلیم، شجاع اور زیرک حکمران تھے اور خلافت پر آپکی گرفت مضبوط تھی۔ چہار اطراف اسلامی فوجیں فتوحات کے پھریرے لہرا رہی تھیں۔ چونسٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار مربع میل پر پھیلی ہوئی وسیع وعریض اسلامی سلطنت تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کر رہی تھی۔ ہر طرف امن و امان کا دور دورہ تھا۔ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو ایک ایک لاکھ درہم سالانہ وظیفہ بیت المال سے ملتا تھا۔ اسلامی سلطنت کی سرحدیں دن بدن پھیلتی چلی جا رہی تھیں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مومنانہ اور مدبرانہ قیادت نے اسلامی سلطنت کو دنیا کی مثالی سلطنت بنا دیا تھا۔ اس لئے ان سازشیوں کی سرگرمیاں مدھم پڑ گئیں اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں یہ سبائی گروہ سر نہ اٹھا سکا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات

کے بعد ان کا بیٹا یزید خلیفۃ المسلمین بنا۔ تمام امت مسلمہ نے باتفاق یزید کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسے بخوشی اپنا امیر و امام تسلیم کر لیا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کے بارے میں عامل مدینہ سے سوچنے کی مہلت طلب کی اور مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔

حب اہل بیت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے عیار و مکار شیعان کوفہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی حمایت و تعاون کے خطوط ارسال کرنا شروع کر دیئے۔ شیعان کوفہ نے ان خطوط میں لکھا۔ کہ ہم یزید سے بیزار ہیں اور اس کی بیعت توڑ کر آپ کی بیعت کرتے اور آپ کے لئے جان و مال کی قربانی دینے کیلئے تیار ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو نہ تو یزید سے کوئی رقابت تھی اور نہ ہی سیدہ فاطمۃ الزہرا کے نور نظر کے پیش نظر کوئی دنیاوی منفعت تھی۔ نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر سواری کرنے والے اور ہزاروں صحابہ کرام کی صحبت میں بیٹھنے والے نواسہ رسول حکومت و اقتدار کے طالب تھے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ مکرمہ سے کوفہ کی طرف خروج کا باعث شیعان کوفہ کے وہ ہزاروں خطوط تھے جن میں سبائی گروہ سے تعلق رکھنے والے شیعان کوفہ نے لکھا تھا۔ "کہ یہ عریضہ ہے حسین بن علی کی خدمت میں ان کے شیعوں اور مخلصوں کی طرف سے۔ ہم آپ کے منتظر ہیں جلدی ہمارے ہاں تشریف لائیے۔" اور ایک خط میں انہوں نے لکھا "باغ اور صحرا سرسبز و شاداب ہو رہے ہیں۔ پھل پکے ہوئے ہیں، اگر آپ کوفہ تشریف لائیں تو ایک لاکھ سپاہی آپ کے اشارہ ابرو پر کٹ مرنے کیلئے تیار ہیں۔ ہم رات دن آپ کے تشریف لانے کے منتظر ہیں۔" شیعان کوفہ نے اپنے دو وفد بھی آپکی خدمت میں بھیجے مگر آپ کوفہ جانے کیلئے تیار نہ ہوئے۔ پھر اہل کوفہ نے تیسرا وفد جو ساٹھ تجربہ کار اور عیار قسم کے افراد پر مشتمل تھا مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ انہوں نے آ کر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اللہ کے نام کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا واسطہ دے کر کہا کہ اگر آپ ہمارے ساتھ تشریف نہ لائے اور ہماری قیادت نہ سنبھالی تو ہم میدان حشر میں آپ کے نانا جان کے سامنے شکایت کریں گے۔ ان مکار و عیار شیعان کوفہ نے اس قسم کی باتیں کیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کوفہ جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کا پختہ عزم کر لیا تو آپ کے قریبی رشتہ داروں اور جلیل القدر صحابہ کرام نے آپ کو کوفہ جانے سے روکا۔ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور آپ کے سوتیلے بھائی حضرت محمد بن علیؓ (محمدؒ بن حنفیہ) نے بہت سمجھایا۔ انہوں نے کہا کہ آپ مکہ مکرمہ سے باہر نہ نکلیے اور کوفہ جانے کا ارادہ ترک کر دیجئے۔ اس لئے کہ کوفی ہمیشہ سے سازشی ذہن رکھتے ہیں۔ جس طرح انہوں نے آپ کے والد مکرم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ کے برادر مکرم حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بے وفائی اور عہد شکنی کی تھی اسی طرح وہ آپ سے بھی غداری کریں گے۔ لیکن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ان جلیل القدر مسلمانوں کے مشورہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مکہ مکرمہ سے اہل و عیال، عزیز رشتہ داروں اور ان ساٹھ کوفیوں سمیت جو آپ کو لینے آئے تھے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی روانگی سے چند روز قبل اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو حالات

معلوم کرنے کیلئے کوفہ روانہ کر دیا تھا اور انکی طرف سے تسلی بخش جواب ملنے کے بعد آپ نے کوفہ کا سفر اختیار کیا تھا۔ دوران سفر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کے قتل کی روح فرسا خبر ملی۔ حضرت مسلم نے شہادت سے پہلے ایک خط سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام لکھا اور عمر بن سعد سے کہا کہ یہ خط میرے برادر بزرگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا جائے۔ حضرت مسلم نے خط میں لکھا تھا کہ میرے بھائی حسین۔۔۔! کوفیوں کے فریب میں نہ آنا، یہی وہ لوگ ہیں جو آپ کے والد کے ساتھی کہلاتے تھے اور جن سے نجات پانے کیلئے آپ کے والد مر جانے یا قتل ہو جانے کی تمنا رکھتے تھے۔ ان کوفیوں نے آپ سے بھی جھوٹ بولا اور مجھ سے بھی جھوٹ بولا۔ (طبری صفحہ ۲۱۱۔ جلاء العیون)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل کے خط کو پڑھ کر واپس پلٹ جانے کا ارادہ کر لیا۔ مگر برادران مسلم نے واپس جانے سے انکار کر دیا کہ ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک اپنے بھائی کے خون کا انتقام نہیں لے لیتے۔ اس کے علاوہ جو ساٹھ کوفی مکہ سے آپ کے ساتھ آ رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔۔۔! اللہ کی قسم آپ کی بات ہی اور ہے۔ آپ مسلم بن عقیل کی طرح تو نہیں ہیں۔ آپ جب کوفہ پہنچیں گے تو سب لوگ آپ کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ (طبری صفحہ نمبر ۲۲۵/ج ۶) سیدنا حسین رضی اللہ عنہ برادران مسلم کی ضد اور ساٹھ کوفیوں کے اصرار پر بے بس ہو گئے۔ اور سوچ و پریشانی کے عالم میں مجبوراً سفر جاری رکھا۔ جب حسینی قافلہ ایک مقام القرعا تک پہنچا جہاں سے ایک راستہ کوفہ اور دوسرا راستہ دمشق کو جاتا تھا۔ اس مقام پر سرکاری فوج کا ایک دستہ عمرو بن سعد کی قیادت میں آپ کو ملا۔ یہاں حضرت عمرو بن سعد جو کہ آپ کے قریبی عزیز ہیں آپ کو سمجھاتے ہیں۔ اور کوفہ والوں کی بے وفائی و دغابازی سے متنبہ کرتے ہیں۔ دوران گفتگو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ عمرو بن سعد کے سامنے تین شرطیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ یا تو مجھے وہاں لوٹ جانے دو جہاں سے آیا ہوں۔

۲۔ یا مجھے ترکوں کے مقابلہ میں بھیج دو تا کہ ان سے لڑتا ہوا جام شہادت نوش کر جاؤں۔

۳۔ یا پھر مجھے یزید کے ہاں لے چلو کہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں پھر میرے متعلق وہ جو مناسب سمجھے فیصلہ کرے۔ (الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۶ جلد ۲)

عمرو بن سعد نے ان تینوں شرائط کی اطلاع ابن زیاد گورنر کوفہ کو دی تو اس نے انہیں یزید کے پاس بھیجنے کا ارادہ کر لیا۔ اب حسینی قافلہ اور عمرو بن سعد کا دستہ ایک ساتھ دمشق جانے والے راستہ پر چل پڑے۔ عمرو بن سعد کے دستہ میں۔۔۔۔ وہ سینکڑوں کوفی بھی شامل تھے جنہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کیلئے ہزاروں خطوط لکھے تھے اور حسینی قافلہ میں وہ ساٹھ کوفی موجود تھے۔ جو مکہ مکرمہ سے ساتھ آ رہے تھے۔ یہ ساٹھ کوفی بار بار سیدنا حسین ؓ کو دمشق یزید کے پاس جانے سے روکتے اور آپ کو مجبور کرتے کہ آپ کوفہ آئیں اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اہل شام سے جنگ کریں۔ لیکن سیدنا حسین ؓ اب ان کوفیوں کی دغابازی اور مکروفریب سے بخوبی آگاہ ہو چکے تھے اس لئے برابر ان کی بات ماننے سے انکار کرتے رہے اور ایک روز ان کوفیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔۔۔۔!

افسوس تم وہی لوگ ہو جنہوں نے میرے والد علی رضی اللہ عنہ کو دھوکہ میں رکھا اور پھر شہید کر دیا۔ پھر میرے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا اور میرے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بلا کر قتل کرایا۔ سچ ہے جو بھی تمہارے دھوکہ میں آئے وہ بڑا احمق ہے۔ (جلاء العیون)

ابن سعد کے لشکر میں شامل سینکڑوں کوفیوں نے جب یہ دیکھا کہ سیدنا حسینؓ کا دمشق جانے کا ارادہ پختہ ہے اور انکے دستخط شدہ خطوط بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہیں۔ اگر سیدنا حسینؓ دمشق پہنچ گئے اور یزید کی بیعت کر لی تو ہماری سازش ناکام ہو جائے گی اور ہمیں اپنے جرم کی سزا بھگتنا ہو گی تو انہوں نے سوچا کہ ہماری جانوں کی سلامتی اسی میں ہے کہ سیدنا حسینؓ کو کسی طرح یزید کے پاس نہ پہنچنے دیا جائے۔ لہٰذا وہ اپنے اس ارادہ کی تکمیل کے لئے موقع کی تاک میں رہے۔ دس محرم الحرام کو حسینی قافلہ نے کربلا میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ ابن سعد کا دستہ بھی کچھ فاصلہ پر خیمہ زن ہو گیا۔ شیعان کوفہ نے اسی جگہ کو اپنے خطرناک اور شیطانی ارادہ کو پورا کرنے کیلئے مناسب سمجھا اور عصر و مغرب کے درمیان اچانک حسینی قافلہ پر ٹوٹ پڑے اور قافلہ میں موجود مردوں کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ جو بھی کوئی چھوٹا بڑا بچہ بوڑھا سامنے آتا بے دردی سے قتل کر ڈالتے۔ پھر انہوں نے خطوط ضائع کرنے کیلئے خیموں کو آگ لگا دی اور آخر کار ان روسیاہ بدبختوں نے سیدہ فاطمۃ الزہرا کے نور نظر، سیدنا علی المرتضیٰ کے لخت جگر، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین نواسے کو غریب الوطنی کی حالت میں انتہائی بے دردی و سنگدلی سے شہید کر ڈالا۔ لاکھوں رحمتیں اور کروڑوں سلام ہوں شہید کربلا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات والاصفات پر اور بے شمار لعنتیں ہوں سیدنا حسینؓ کے قاتلوں پر۔ آمین۔ واقعہ کربلا کے بارے میں دجل و تلبیس سے سینکڑوں جھوٹی روایات بیان کی گئی ہیں۔ جو سب کی سب جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ ان روایات کو بیان کرنے والا سب سے پہلا راوی ابو مخنف لوط بن یحییٰ واقعہ کربلا سے تقریباً چالیس سال بعد پیدا ہوا۔ اس راوی ابو مخنف لوط بن یحییٰ کے متعلق ائمہ رجال برملا کہتے ہیں کہ وہ متعصب شیعہ تھا اور کذاب تھا۔ ہم یہاں پر واقعہ کربلا کی عینی شاہد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ محترمہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ایک خطبہ نقل کرتے ہیں۔ جس سے واضح ہو گا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل و عیال کو شہید کرنے والے شیعان کوفہ ہی تھے۔ حادثہ کربلا کے بعد جب قافلہ حسینی کے زندہ بچ جانے والے افراد کوفہ پہنچے تو کوفہ کے مردوں اور عورتوں نے رونا پیٹنا اور ماتم کرنا شروع کر دیا تو سیدہ زینبؓ نے کوفہ والوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔۔۔۔! اے اہل کوفہ، اے اہل غدر و مکر و حیلہ! تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو! حالانکہ خود تم نے ہمیں قتل کیا ہے۔ ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا بند نہیں ہوا۔ اور تمہارے ستم سے ہماری فریاد و نالہ ساکن نہیں ہوا۔ تم نے اپنے لئے آخرت میں ذخیرہ بہت خراب بھیجا ہے اور اپنے آپ کو ابدالآباد جہنم کا سزاوار بنایا ہے۔ تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو حالانکہ تم خود ہی ہمارے قاتل ہو۔ تمہارے ہاتھ قطع کئے جائیں اے اہل کوفہ تم پر لعنت ہو۔ تم نے جگر گوشہ رسول کو قتل کیا۔ اور پردہ دار اہل بیت کو بے پردہ کیا۔ کس قدر فرزندان رسول کی تم نے خونریزی کی اور حرمت کو ضائع کیا۔ (جلاء العیون۔ ملا باقر مجلسی شیعہ)

واقعہ کربلا کے دوسرے عینی شاہد، شہید کربلا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت علی بن حسین زین

ابدین کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں۔

شیعہ کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی صفحہ نمبر ۱۵۸ میں ہے۔۔۔! جب بیمار زین العابدین اپنی مستورات کے ساتھ کربلا سے چلے تو کوفہ کی عورتیں اپنے گریبان چاک کر کے ماتم اور بین کرنے لگیں اور کوفہ کے مرد بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت زین العابدین نے فرمایا..... یہ کوفہ کے لوگ روتے ہیں مگر ان کے سوا ہم کو قتل کس نے کیا.....؟ اور فرمایا.....! اے لوگو میں تم کو قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ تم نے میرے والد کو خط لکھے اور ان کو فریب دیا۔ ان کو پختہ عہد و پیمان بیعت کا دیا پھر تم نے ان سے لڑائی کی اور رسوا کیا۔ ہلاکت ہو تمہارے لئے تم کس آنکھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو گے جب وہ فرمائیں گے تم نے میری اولاد کو قتل کیا اور میری بے حرمتی کی تم میری امت میں نہیں ہو۔۔۔ (احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۹)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا میں مظلومانہ شہادت کی کڑیاں یہود کی اس سازش سے جاملتی ہیں جس کے ذریعہ ان بدبخت اور لعنتی لوگوں نے اپنی منافقانہ چالوں سے امت مسلمہ کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ ان کی یہ تحریک ابتدا میں صرف سیاسی تھی جس کے ذریعہ انہوں نے مسلمانوں کے مضبوط مرکز کو کمزور کرنے کی سر توڑ کوششیں کیں۔ اور شہادت حسینؓ کے بعد اس تحریک کو مذہبی رنگ دے کر جھوٹے، غلط اور باطل نظریات وعقائد کا حامل خلاف اسلام ایک نیا جھوٹا مذہب ایجاد کر کے امت کو قیامت تک کیلئے کئی حصوں میں تقسیم کر دیا۔ یہود کے ان ایجنٹوں نے خانوادہ علی پر مسلسل تلوار چلا کر خیبر میں اپنی ذلت آمیز شکست کا انتقام لیا اور پھر خاندان اہل بیت کے قتل جیسے ناقابل معافی جرم کو چھپانے کیلئے حب اہلبیت کا جھوٹا دعویٰ کر کے جھوٹے شیعان علی کا لبادہ اوڑھ لیا۔

بقیہ از صفحہ ۴۰

امیدواروں کو جو چیف پائلٹ انوسٹی گیٹر کے منصب کے لئے درکار تجربہ رکھتے ہیں نظرانداز کر کے دیا ہے۔ ڈائریکٹر جنرل سول ایوی ایشن اتھارٹی (ایسا کرتے) سول ایوی ایشن کے حفاظتی معیارات پر کمپرومائز کر رہے ہیں جو اس کی بنیادی ذمہ داری ہے' یعنی سول ایئرلائنوں کے ذریعے فضائی سفر کرنے والے مسافروں کی حفاظت۔

ایئر کموڈر ریٹائرڈ رشید احمد بھٹی جو اس منصب کے لئے ضروری اہلیت نہیں رکھتے اور اس لئے وہ پہلی مرتبہ انٹرویو میں طلب نہیں کئے گئے اور دوسری مرتبہ انہیں واضح طور پر مسترد کر دیا گیا اس پر مستزاد ان کی نااہلی جس کا ثبوت حال ہی میں حزب اختلاف کے طیارے کے حادثہ کے سلسلے میں تحقیقات کر کے انہوں نے دیا ہے۔ ایسی کون سی اہلیت رکھتے ہیں جس کے باعث ان کا تقرر کیا گیا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ملتا ہے کہ ان کی قرابت داری بانی "سلسلہ احمدیہ" یعنی فتنۂ قادیانیت پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی سے جاملتی ہے۔

قادیانیوں کے سابق خلیفہ مرزا ناصر احمد ان کے ماموں ہوتے ہیں' اگر محض ایسی اہلیت کی بنیاد پر حساس مناصب پر تقرر ہوتے رہے تو پھر طیاروں میں پیٹرول خشک ہوتے رہیں گے۔

انٹی کرپشن کمیٹی کی سفارش پر سی اے اے کے ڈائریکٹر جنرل انور محمود کے خلاف کارروائی کر کے انہیں برخواست کیا جاچکا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ موجودہ ڈائریکٹر جنرل سابقہ ڈی جی کے فیصلوں اور ان کی لابی کے اہم افراد کے تقرر کو بھی برقرار رکھیں جن کا تقرر بھی خلاف قاعدہ کیا گیا ہے اور جن کی اہلیت اور ملک کے ساتھ وفاداری بھی ان کے عقائد کی وجہ سے مشکوک ہے۔ * *

(بہ شکریہ "تکبیر" ، رجولائی ۹۴ء)

ساغر اقبالی ——— طنز و مزاح

زبان میری ہے بات انکی

☆ چور، لٹیرا، ڈاکو کے الفاظ غیر پارلیمانی نہیں ہیں۔ (سپیکر یوسف رضا گیلانی)

☆ ماں بہن کی گالی نہیں دی گئی۔ (اقبال حیدر)

رند نے کل شب "عبوساً قمطریرا" سے کہا
اپنی عزت گالیاں دے کر بڑھا سکتے ہو تم

☆ صدر لغاری نے نشانہ بازی پر چوالیس لاکھ روپے خرچ کئے، خاتون اوّل تیس لاکھ میں ایوانِ صدر سجائیں گی۔ (تسنیم نواز گردیزی)

☆ بے نظیر نے نیپال سے بلاول ہاؤس کے لئے ساڑھے تین کروڑ روپے کا فرنیچر خریدا۔ (ایک خبر)
غریب ملک کے غریب حکمرانوں کے اللے تللے غریب عوام کی کھال اتار کر بجٹ کے ذریعے پورے کئے جائیں گے۔

وٹو نے بھی نواز شریف سے پلاٹ لئے۔ (شجاعت)

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

☆ جناب سپیکر! میں ایک عورت ہوں۔ مجھ پر جھوٹے الزامات لگا کر میری کردار کشی کی گئی ہے۔ (بے نظیر)

کہا ہم اونٹ پر بیٹھیں، کہا تم اونٹ پر بیٹھو
کہا کوہان کا ڈر ہے، کہا کوہان تو ہو گا

☆ بدعنوانی کرنے والے کسی بھی وی آئی پی کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ (ریاض فتیانہ)
کونسا وی آئی پی بدعنوان نہیں ہے؟

☆ بے نظیر موٹروے بند کر کے باپ کا مزار بنانا چاہتی ہے۔ (نواز شریف)
اقتدار سے محرومی کے بعد "رزق حلال" کھائیں گی۔

☆ خاتون کی حکمرانی کے ذکر پر اعظم طارق نے ڈائس پر زور سے مکا مارا اور گھڑی ٹوٹ گئی۔ (ایک خبر)
انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ بخشے بڑی خوبیوں والی گھڑی تھی۔

☆ فاروق لغاری جیسا صدر قوم کی بڑی خوش قسمتی ہے۔ (پی پی پی)
تسبیح بردار وزیر اعظم، تہجد گزار صدر...... واہ رے قوم کے مقدر!

☆ بہبودِ آبادی کے پروگرام پر مولویوں کی زبان پیسے سے بند کی جاسکتی ہے۔ (حنیف رامے)
ذوالفقار علی بھٹو نے آپ کے دونوں منہ کس شئے سے بند کئے تھے؟

☆ صدر کے خلاف نواز شریف کی پیش کردہ دستاویزات اصل لیکن الزامات غلط ہیں۔ (بینک ذرائع)
موئی نئیں، آکڑی پئی اے!

☆ "بی بی" وعدہ پورا کرے "میاں" استعفے پورے کرے گا (نواز کھوکھر)
میاں، بی بی کی بات ہے بابا!

☆ پاکستانی خواتین کے بین الاقوامی کھیلوں میں حصہ لینے پر پابندی ختم۔ (بے نظیر)
موجاں ای ہوگیاں نے۔ کھلے ای کھاؤ تے ننگے ای نہاؤ!

☆ وزیر خزانہ مخدوم شہاب الدین نے بجٹ تقریر میں کوئی دس دفعہ مُختص کو مَختص کہا۔ (ایک خبر)
تعلیم دے بڑ پاٹے پیے نے

☆ ہیروئن کا بڑا سمگلر گرفتاری کے ۲۷ گھنٹے بعد رہا (ایک خبر)
شاباش تک مکا!

☆ وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر نے بیت المال سے ایک کروڑ روپے حاصل کئے۔ (ایک خبر)
کسی بیوہ ایم این اے اور یتیم وزیر کی مدد کیلئے حاصل کئے ہوں گے۔

☆ بے نظیر تسبیح پھیرتی ہوئی ایوان میں داخل ہوئیں (ایک خبر)
کرسی کرسی، کرسی کرسی، کرسی کرسی،............!

☆ امام حسینؓ جمہوریت کے علمبردار تھے۔ (مرزا اعجاز بیگ)
عوام کی اکثریت تو یزید کے ساتھ تھی.........؟

☆ جمہوریت اور آزادی کی ہوائیں کربلا میں بہنے والے خون کے صدقے چل رہی ہیں۔ (بے نظیر)
تمہارے منہ میں کربلا گاہے شاہ کی خاک! کہاں خونِ کربلا اور کہاں یہ متعفن ہوائیں!

☆ پولیس میں دیانتدار اور ذمہ دار افسروں کی کمی نہیں (لاہور ہائیکورٹ)
صرف شرفاء کی کمی ہے۔

☆ پیپلز پارٹی کی قیادت اور مرتضیٰ میں کوئی اختلاف نہیں (نصرت بھٹو)
☆ ہمارے دکھ سانجھے ہیں، گورنر الطاف اور مجھ میں کوئی فرق نہیں (وٹو)
"دولت کے اس سائے تلے ہم ایک ہیں ہم ایک ہیں"

☆ دلہن نے رخصتی سے دو روز قبل دولہا کو عدالت میں طلب کر لیا (ایک خبر)
دو دن میں فیصلہ کر لو ورنہ تیسرے دن قاضی آرہا ہے!

☆ اقبال احمد خان کو اسلامی نظریاتی کونسل کا چیئرمین بنادیا گیا (ایک خبر)
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کا نشیمن

☆ وٹو امریکہ کے دورے کے بعد لاہور پہنچ گئے (ایک خبر)
لوٹ کے بدھو گھر کو آئے

☆ ملک میں کوئی عالم دین نہیں (عقیل ترابی)
بالکل ٹھیک! شیعہ کا علم دین سے کیا تعلق؟

☆ بے نظیر نواز شریف کی نشست پر بیٹھ کر گوہر ایوب سے باتیں کرتی رہیں۔ پینسل سے دونوں کان صاف کئے اور پھر دانتوں کو کھرچتی رہیں۔ (ایک خبر)
یہ کام تو نوائے وقت بیوٹی پارلر میں مفت ہو سکتے ہیں۔
☆ غوثِ اعظم نے طیارہ کے حادثہ میں ہمیں بچا کر لغاری اور گورنر الطاف کی سازش ناکام بنادی۔ (اختر رسول)

☆ کیا گزشتہ انتخابات میں غوث اعظم نے پیپلز پارٹی کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کو شکست دی تھی؟.......
بک رہے ہو جنوں میں کیا کیا کچھ۔

☆ اپوزیشن استعفے دے۔ ضمنی انتخاب کرادوں گی۔ (بے نظیر)
مجھے نہ چھیڑو میں دل کی بات بتادوں گی

☆ قومی اسمبلی میں ارکان کا آپس مین گالیوں کا تبادلہ (ایک خبر)
ان کے اندر کی غلاظت ہے عیاں　　　منہ سے بک رہے ہیں جو گالیاں

☆ پنجاب اسمبلی میں ارکان نے ایک دوسرے کو ننگی اور غلیظ گالیں دیں (ایک خبر)

بھول کر دیتی نہیں گالی شریفوں کی زباں
یہ کمینوں کی علامت ہے رذیلوں کا نشاں

☆ بٹ گرام ہڑتال...لوگوں کو نسوار تک نہیں ملی (ایک خبر)
شکر ہے نسوار بند ہونے سے کوئی موت واقع نہیں ہوئی۔

☆ پاکستان کی خوش قسمتی ہے کہ نواز شریف جیسا لیڈر پیدا ہوا۔
☆ وزراء، وزیر اعظم اور ان کا شوہر قومی دولت کی لوٹ کھسوٹ کے ریکارڈ قائم کر رہے ہیں۔ (ولی خان)
بہروپئے چمن کے نگہدار ہو گئے۔

*

شیزان کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے!

یاد رکھیئے! ہم مسلمان ہیں اور مرزائی کافر مرتد!
ہم اگر ان کی مصنوعات استعمال کریں گے تو وہ ہمارے سرمائے سے ہمارے خلاف اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے آسانیاں پائیں گے،
فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ بائیکاٹ یا ——— ؟

بازگشت

فاروق عادل

حق دار دیکھتے رہ گئے قادیانی لے اڑے

سول ایوی ایشن اتھارٹی میں چیف پائلٹ انوسٹی گیٹر کا منصب

قادیانی رشید احمد بھٹی شرائط ملازمت پوری نہیں کرتا۔ اسے سلیکشن بورڈ بھی مسترد کر چکا ہے

۷ جون کو لاہور سے بھاولپور روانہ ہونے والا ایک چارٹرڈ طیارہ رائے ونڈ کے قریب ہنگامی طور پر اترنے پر مجبور ہوا' طیارے میں قومی اسمبلی کے رکن اور قائد حزب اختلاف کے بھائی میاں عباس شریف کے علاوہ مسلم لیگ کے چار دیگر رہنما سوار تھے۔ اس حادثہ کی تحقیقات کے لئے کراچی سے سول ایوی ایشن اتھارٹی کی ایک جماعت فوری طور پر جائے وقوع پر پہنچی' مفصل معائنے کے بعد اس ٹیم نے حادثے کا ایک عجیب و غریب نکتہ تلاش کر لیا' ان کا کہنا تھا کہ یہ حادثہ جہاز کے ٹینک میں موجود پٹرول سوکھ جانے کے سبب پیش آیا۔ حادثہ کی وجوہات معلوم کرنے والے حکام نے قرار دیا کہ جہاز کا پائلٹ فیول گیج کے غلط اشاروں کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا جس کی بنیادی وجہ وہ شدید گرمی ہے جس کا ان دنوں پنجاب شکار ہے۔ اس تفتیش کے مطابق دس نشستوں والے اس جہاز میں پرواز سے قبل بارہ بجے دن پٹرول بھرا گیا' اس کے بعد وہ چار گھنٹے تک دھوپ میں کھڑا رہا' جس کی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہوئی جب جہاز نے ملتان کے لئے پرواز شروع کی تو اس وقت گیج یہ ظاہر کر رہا تھا کہ ۳۵ گیلن پٹرول ٹینک میں موجود ہے۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی' جس وقت جہاز نے ہنگامی لینڈنگ کی' اس وقت بھی گیج یہ ظاہر کر رہا تھا کہ دو انجن کے اس جہاز میں ہر انجن کے لئے دس' دس گیلن پٹرول موجود ہے۔ حالانکہ ٹینک بالکل خالی تھا۔

اس ٹیم کی تحقیقات کے برعکس پائلٹ کا دعویٰ ہے کہ سول ایوی ایشن کے ماہر کی تحقیقات کے برعکس جہاز میں مزید چار گھنٹے کی پرواز کے لئے پٹرول موجود تھا۔ مسلم لیگ کے رہنماؤں کی تحقیق بھی جہاز کے پائلٹ کی رائے سے اتفاق کرتی ہے اور وہ اس حادثہ کی وجوہ سیاسی قرار دیتے ہیں۔ پائلٹ کی بات درست مان لی جائے تو سی 'اے 'اے کی تحقیقاتی ٹیم کی اہلیت کے بارے میں ایک بڑا سوالیہ نشان نمودار ہوتا ہے۔

طیارہ کے اس حادثہ کی تحقیقات سول ایوی ایشن اتھارٹی کے چیف پائلٹ انوسٹیگیٹر' ایئر کموڈور ریٹائرڈ رشید احمد بھٹی نے کیں۔ جن کا تقرر کچھ عرصہ ہی قبل اس منصب پر ہوا ہے۔ تکبیر نے ان کی تحقیقات سے متعلق ماہرین کی آراء جمع کیں تو معلوم ہوا کہ انہوں نے مسلم لیگی رہنماؤں کے جہاز کے حادثہ سے متعلق جو رائے دی ہے' اگر اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو یہ دنیا میں فضائی حادثوں اور کریش لینڈنگ کی ایک نئی مثال ہو گی۔ سول ایوی ایشن میں ہی فضائی حادثات کے امور کے ایک ماہر نے اپنا نام صیغہ راز میں رکھنے کی درخواست کرتے ہوئے تکبیر کو بتایا کہ مذکورہ حادثہ کی تحقیق کے متذکرہ نتائج کسی بھی پائلٹ انوسٹی گیٹر کی نااہلی کی بدترین مثال ہے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا بھر میں ایسا کبھی کوئی واقعہ نہیں ہوا اور نہ یہ ممکن ہے کہ سخت گرمی یا دھوپ کے سبب جہاز کے ٹینک میں پیٹرول سوکھ جائے۔ پیٹرول اس طرح کبھی سوکھتا ہی نہیں' جہاز میں تو پیٹرول کی حفاظت کے کئی انتظامات موجود ہوتے ہیں جبکہ پیٹرول تو عام گاڑیوں میں بھی نہیں سوکھتا۔ اگر پیٹرول نہ سوکھنے کے اس مفروضہ کو تسلیم کر لیا جائے' جس پر پائلٹ کے بیان کے بعد یقین نہیں آتا ہے تو پھر لازمی طور پر اگلا سوال تحقیق افسر کی اہلیت کے بارے میں ہی اٹھتا ہے' اس سوال کا جواب ڈھونڈا گیا تو مذکورہ انوسٹی گیٹر کے بارے میں کئی دلچسپ انکشافات ہوئے۔

تکبیر کی معلومات کے مطابق 'سی 'اے 'اے میں یہ اہم ترین

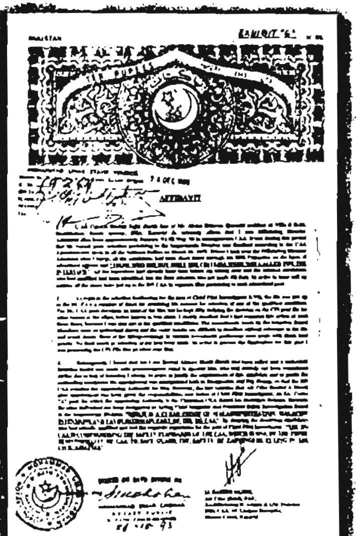

ایئر کموڈور (ریٹائرڈ) ساجد رشید کا بیان حلفی

منصب گزشتہ دس برسوں سے خالی رہا ہے تاہم اس عرصہ میں سول ایوی ایشن کے کارپوریٹ نیجر اس خالی منصب کی ذمہ داریاں بھی سنبھالے ہوئے تھے 'یکم مارچ ۱۹۹۳ء کے اخبارات میں اس خالی آسامی کو پر کرنے کے لئے سول ایوی ایشن اتھارٹی نے ایک اشتہار جاری کیا اس اشتہار کے جواب میں متعدد افراد کے انٹرویوز ہوئے اور ایک مناسب امیدوار کو اس منصب کے لئے منتخب کرلیا گیا۔ ان امیدواروں میں موجودہ چیف پائلٹ انوسٹی گیٹر شامل نہیں تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس منصب کے لئے مشتہر کی گئی شرائط پر پورے نہیں اترتے تھے۔ جن میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ مشتہر کردہ اسامی کے خواہش مند امیدوار کی عمر ۴۵ برس سے زائد نہ ہو جبکہ ان کی عمر اس سے بہت زیادہ تھی۔ چنانچہ انہیں انٹرویو کے لئے ہی طلب نہیں کیا گیا تھا۔

ان انٹرویوز میں ایک امیدوار کی سلیکشن کے بعد کارروائی روک دی گئی اور منتخب امیدوار کو یہ منصب تفویض نہیں کیا گیا' لیکن ۶ جون ۱۹۹۳ء کو اسی منصب کے لئے دوبارہ انٹرویوز کئے گئے جن میں موجودہ انوسٹی گیٹر رشید احمد بھٹی بھی شریک کرلئے گئے ان انٹرویز میں مسٹر بھٹی کو فلائٹ سیفٹی کے ایک غیر ملکی ماہر MR ROY E.SCAIFE نے مسترد کردیا' جو انٹرویو پینل میں شامل تھے اور سی 'اے 'اے کے مشیر تھے 'انہوں نے بھٹی صاحب کے انٹرویو چارٹ پر اپنے دستخطوں کے ساتھ واضح طور پر لکھا "نامنظور" (Not Recmended) مسٹر بھٹی نے اپنے انٹرویو میں ۶۲ نمبر حاصل کئے 'جبکہ سابقہ انٹرویو میں ٹاپ کرنے والے امیدوار گروپ کیپٹن ریٹائرڈ ظہیر الحسن زیدی نے انٹرویو میں ۸۰ نمبر حاصل کئے تھے۔

ملک قاسم کمیٹی نے سول ایوی ایشن کے بعض دوسرے معاملات کے ساتھ اس معاملہ کی تفتیش کی تو سول ایوی ایشن کے سابق قائم مقام ڈائریکٹر ایڈمن اور جنرل مینجر ٹریننگ ایئر کموڈر ریٹائرڈ عبدالرشید ساجد نے اپنے حلفیہ بیان میں کہا کہ "میں نے چیف پائلٹ آفیسر کے منصب پر منتخب امیدواروں کی تقرری کے لئے متعلقہ فائلیں تین مرتبہ (سابق) ڈائریکٹر جنرل سول ایوی ایشن انور محمود کو پیش کیں 'لیکن انہوں نے ہر بار تاخیری حربوں سے کام لیا 'اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ یہ ان سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ میں نے بار بار یہ فائلیں ان تک اس لئے بھی پہنچائیں کہ میں بھی کامیاب امیدواروں میں سے ایک تھا۔

"بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ ایئر کموڈر ریٹائرڈ رشید احمد بھٹی کو منتخب کرنے کے لئے سلیکشن بورڈ میں تبدیلی کرکے اس کا اجلاس طلب کرلیا گیا' بھٹی کے انتخاب پر اس سے پہلے کی نامکمل شرائط کی وجہ سے غور نہیں کیا گیا تھا۔ رشید بھٹی کے تقرر کو جولیز فراہم کرنے اور مقابلے پر موجود دوسرے امیدواروں کو بے اثر بنانے کے لئے ان کے تقرر کو بڑی چالاکی سے منصب اور تنخواہ کے گروپ کو تبدیل کردیا گیا تاکہ ڈائریکٹر جنرل سول ایوی ایشن ان کے تقرر کرنے والی اتھارٹی رہیں۔ لیکن اس (چالاکی) کے باوجود صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی کیونکہ رشید بھٹی کے تقرر کے بعد ان کو چیف پائلٹ انوسٹی گیٹر کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں حالانکہ اس منصب پر تقرر کرنے والی اتھارٹی سول ایوی ایشن اتھارٹی کے بورڈ کے سربراہ اور سیکرٹری دفاع میں (سی 'اے 'اے کے چیئرمین نہیں) حال ہی میں اس شخص کو ایگزیکٹو ڈویژن میں قائم مقام چیف انسپکٹر اور صدر سیفٹی انوسٹی گیشن بورڈ بھی مقرر کردیا گیا ہے یہ ڈائریکٹر جنرل سول ایوی ایشن اتھارٹی (انور محمود) کی انتظامی بدعنوانی 'بدنیتی اور جانبداری کا کھلا ثبوت ہے جو انہوں نے حق دار

CIVIL AVIATION AUTHORITY
[illegible]
(Prepared & Promoted by [illegible])

FOR THE POST OF : CHIEF PILOT INVESTIGATOR
TOTAL VACANCIES : 1
CRITERIA FOR JOB
a) Minimum 2000 hours of flying experience. b) Practical Experience in Aircraft Accident Investigation and conducted atleast 10 major investigations. c) Atleast five years flight safety management experience and a total experience of twenty years in Aviation. d) Should have attended accident investigation courses from a recognised institution. [illegible] awarded as additional qualification. Age limit 54 years and [illegible] months on 31st De-[illegible]

Sr. No.	Computer Number	Candidate's Name / Father's Name	Domicile District	Date of Birth	Educational Qualification	Experience Detail	Professional Knowledge (30)	Physical Appearance (20)	Mental Ability (15)	General Knowledge (15)	Power of Expression (10)	Leadership/Self confidence (10)	Total Score	Remarks
1	[illegible]	AIR COMDRE RASHID AHMED [illegible] / [illegible]	PUNJAB [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	15	10	12	12	7	6	62	NOT RECOMMENDED

[illegible] FLYING [illegible]
[illegible] INVESTIGATIONS [illegible]
[illegible] ACCIDENTS AT [illegible]
SAFETY [illegible] COURSE FROM INSTITUTE OF AIR SAFETY
PAF [illegible]
FLIGHT SAFETY OFFICERS COURSE FROM PAF
PRIMARY BASIC AND ADVANCE FLYING COURSES FROM [illegible]
FIGHTER LEADER SCHOOL COURSE PAF
PAF STAFF COLLEGE COURSE
ARMED FORCES WAR COURSE AT [illegible] RAWALPINDI

(Signed) 6/6/93

MR. SHAHID NAZIR AHMED
DIRECTOR

[illegible]
PRESIDENT (DIRECTOR GENERAL CAA)

MR. ROY E. SCRIFE
CAO CONSULTANT

رشید بھی چیف پائلٹ انوسٹی گیٹر کے لئے نا اہل ہیں ----- غیر ملکی ماہر کی رپورٹ

بقیہ صـــ۴۳ پر

حاصلِ مطالعہ

بسم اللہ

شاہ بلیغ الدین

چاندی کا قلم چاندی کی دوات، چاندی کی تختی کے ساتھ چاندی کی کٹوری میں گھلا ہوا زعفران ایک طرف رکھا ہے ساتھ ہی گنگا جمنا کشتی میں دو لڈو رکھے ہیں۔ بڑے بڑے لڈو! ایک ایک کا وزن چار چار سیر سے کم نہ ہوگا ان پر رو پہلی سنہری ورق لگا ہے۔ ساتھ چنگیر دان ہے یہ بھی چاندی کا ہے اس پر مینا کا کام۔۔۔۔ چنگیر میں ہار ہیں سر پیچ ہے بازو بند ہے۔ پہنچوں کے گجرے ہیں۔ سرخ سفید پھول مقیش کے تاروں میں لپٹے پیمک کی لڑیوں میں جڑے ماحول میں خوشبو بکھیر رہے ہیں اور نظروں کو بھی لبھا رہے ہیں۔ ساتھ بہت سے طبق بہت سی کشتیاں رکھی ہیں۔ ان پر زر بفت کے سرپوش پڑے ہیں۔ بجلی کے قمقموں کی روشنی ان پر پڑتی تو نگاہوں کو اچک لیتی ہے۔ یہ اہتمام کیا؟ معلوم ہوا بچے کی بسم اللہ ہے۔ مہمان ہیں اور بہت برادری کا ایک ایک فرد موجود ہے۔ یہ تمیز برادری اور غیر برادری کی کیسی؟ ہم نے اپنے دین کا اصول چھوڑ کر ذات برادریاں بنانے والوں کا طریقہ کیسے اپنالیا؟

مشکوٰۃ میں ہے ایک مرتبہ جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا اس کا مطلب ہے۔۔۔۔ تین آدمی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ اس حد تک کہ ان سے گویا وہ دشمنی رکھتا ہے پوچھا گیا۔۔۔۔ یا رسول اللہ ﷺ کون کون؟ تو جس پہلے بدترین شخص کا آپ ﷺ نے ذکر فرمایا وہ بد نصیب رسومات کا مارا اور جاہلیت کے طور طریقے اپنانے والا ہوتا ہے۔ ذات برادریاں تو مشرکین مکہ کی تھیں۔ اور آج بھی جہاں ذات پات کے بندھن ہیں۔ وہ لوگ مشرک و کافر ہی ہیں۔ مسلمان تو اللہ کے کنبے والا ہے۔ چھوٹی چھوٹی گروہ بندیوں میں اپنے کو جکڑ لینے والے وہ ہوتے ہیں جو اللہ رب العزت سے سرکشی کرتے ہیں۔ قدر کی رات تھی۔ رمضان کے دن کہ آمنہ کا جگر گوشہ عبدالمطلب کا پوتا اللہ کا آخری نبی بنایا گیا۔ جبریل امین خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور پہلی وحی کے الفاظ پڑھوائے

اقراء باسم ربک الذی خلق ،خلق الانسان من علق ،اقراء وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم .

مطلب ہے " پڑھئے اللہ کے نام سے جس نے سب کو پیدا کیا۔ انسان کو اس نے جمے ہوئے خون سے بنایا پڑھئے کہ آپ کا رب بڑا کرم کرنے والا ہے۔ وہ قلم کے ذریعے علم سکھاتا ہے۔ اور آدمی کو وہ کچھ سکھلاتا ہے۔ جو اسے معلوم نہیں۔" یوں اسلام کی بسم اللہ ہوئی۔ بچہ بولنے لگتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے فقرے یاد کرنے کی اس میں صلاحیت پیدا ہوتی ہے تو اسے اچھی اچھی باتیں سکھلائی جاتی ہیں۔ مسلمان اپنے بچوں کو پہلے کلمہ سکھلاتے ہیں بچہ اور بڑا ہوتا ہے پڑھنے لکھنے کی عمر آتی ہے تو کہا جاتا ہے۔ اب اس کی بسم اللہ ہوگی۔ اور بسم اللہ یوں ہوتی ہے کہ پہلی وحی کے الفاظ

پڑھائے جاتے ہیں تاکہ بچے کے دل میں چھوٹی عمر سے یہ بات بیٹھ جائے کہ مسلمان کے لئے علم ضروری ہے اور نہایت ضروری ہے اس سے بڑھ کر اس کی کوئی اور حقیقت نہیں بعض گھرانوں میں اقراء والی آیتوں کے بجائے سورہ فاتحہ بھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس موقع پر دعائیں بھی مانگی جاتی ہیں۔ پہلے

رب یسرولاتعسروتمم بالخیروبک نستعین یافتاح،یافتاح......پھر...رب زدنی علماً

کنز العمال کے مؤلف علی متقی کہتے ہیں...... نہ اس میں چار سال چار مہینے چار دن کی قید ہے نہ ایسا کوئی مذہبی حکم کہ بسم اللہ کی ہی جائے۔ بچہ بغیر بسم اللہ کے اس سے چھوٹی عمر میں بھی پڑھنا شروع کر سکتا ہے۔ ہم نے جو لڈو، پھول، چاندی کے قلم، تختی اور دعوتوں کا اہتمام شروع کیا۔ یہ سب فضول رسمیں ہیں۔۔ لغو اور ناپسندیدہ رسمیں۔ بچے کو پڑھانے کے لئے کسی تقریب کی ضرورت نہیں۔ نہ یہ ضروری ہے کہ کوئی بڑا عالم یا بڑا آدمی بسم اللہ پڑھائے۔

چاندی سونے کی چیزوں کو کام میں لانا حرام ہے۔ اس لئے سونے چاندی کی تختی پر لکھنا لکھانا، پڑھنا پڑھانا چاندی کی کٹوریوں سے صندل، عبیر یا عنبر لگانا بھی جائز نہیں۔ اس موقع پر اگر لڑکے کو ایسا لباس پہنایا جائے جس کا کپڑا زری یا ریشم کا ہو تو یہ بھی ناجائز عمل ہے۔ یہ چوچلے صرف اپنی ناک بڑی رکھنے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ نمودو نمائش کے ہم اس درجہ مارے ہوئے ہیں کہ گناہ گار ہونا ہمیں منظور ہے لیکن دکھاوا نہیں چھوڑ سکتے۔۔۔۔۔ یاد رکھیئے دکھاوا اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ کیا کسی غریب کی مدد کرنا ہو تو ہم قرض لیں گے؟ نہیں مگر کوئی تقریب ہو تو بڑھ چڑھ کر قرض لیں گے۔ یہ نہ سوچیں گے کہ ادائیگی کا کیا ہوگا۔ سوچ صرف ایک ہی ہوگی کہ کسی طرح ناک نہ کٹنے پائے۔ یہ ناک بھی عجیب چیز ہے۔ جھوٹی شان نہ دکھاؤ تو کٹ جاتی ہے۔ جھوٹ بولو تو نہیں کٹتی۔ رشوت خوری اور چور بازاری سے نہیں کٹتی۔ حالانکہ ناک کو ان حرکتوں پہ کٹنا چاہیئے۔ اصل میں کسوٹی ہم نے اپنی پسند سے بنالی ہے اللہ کے رسول ﷺ کی کسوٹی کو بھلا دیا ہے۔ اسلام نے تو سادگی کو ہمارا شعار بنایا ہے حکم ہے کہ خوشی کے موقع پر غریبوں، مستحقوں کو یاد رکھو۔ زیادہ سے زیادہ صدقہ و خیرات کرو۔ جانے یہ بات ہم کیوں بھول جاتے ہیں؟

بقیہ از صفحہ ۴۹

جیب کتروں میں ہے رائج نعرۂ ہل من مزید　　　　چرس کے بھبکے پہ ہوتی ہے ملنگوں کی بسر
آج کی تازہ خبر
اک پری چہرہ ہوس کاروں کا مرکز بن گئی　　　　مختلف ملکوں کے سرداروں کا مرکز بن گئی
کرۂ ارض کے اخباروں کا مرکز بن گئی　　　　دخترِ شب کار تنہائی میں ہے زیروزبر
آج کی تازہ خبر
ایک ریستوران میں آوارگانِ علم و فن　　　　سوچتے ہیں مرغ کی قابوں پہ "شہر اچھے، کہ بن"
آج کل بازیچۂ اطفال ہے نامِ وطن　　　　"کٹ کھنے" اس دور میں کہلا رہے ہیں راہ بر
آج کی تازہ خبر

روداد

بابا دھنکا سے یادگار ملاقات

امیر حمزہ

بے نظیر اور نواز شریف کی کمر پر ڈنڈا مارنے والا

نواز شریف کے سیاسی مرشد ضیاء الحق تھے تو بے نظیر کا سیاسی راہنما اس کا والد ذوالفقار علی بھٹو تھا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے سیاسی مخالف اور جان کے دشمن تھے۔ یوں نواز شریف اور بے نظیر کے سیاسی راستے جدا جدا ہیں۔ یہ دونوں بھی ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ دونوں دو دو بار وزیر اعظم بن چکے ہیں۔

ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ عورت ذات جس قدر بھی دلیری اور ذہانت وغیرہ کے دعوے کرے' یہ بہرحال اس کی فطرت میں ہے کہ وہ مرد کے پیچھے پیچھے چلتی ہے' مثال کے طور پر جناب نواز شریف اپنے سیاسی مرشد جنرل ضیاء الحق کی طرح عمرے بہت کرتے ہیں تو بے نظیر نے بھی عمرے شروع کر دیے ہیں۔ محترم نواز شریف بوسنیا کے دورے پر گئے تو محترمہ بھی وہاں جا پہنچی۔ اسی طرح نواز شریف صاحب نے صوبہ سرحد میں ایک ننگے بابے کو اپنا مرشد بنایا تو بے نظیر نے بھی اسی ننگے بابے کو اپنا مرشد بنا لیا۔ اس بابے کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو "سوٹے" مارتا ہے چنانچہ جناب نواز شریف وہاں سے "سوٹا" یعنی لٹھ کھا کر آئے تو ان کے پیچھے بے نظیر بھی وہاں جا پہنچی اور "سوٹا" یعنی لاٹھی کھا آئی۔ پاکستان کی دو بڑی سیاسی شخصیتیں اب جب بابا دھنکا سے لاٹھیاں کھا کر آئیں تو اخبارات میں چرچا ہوا اور یہ بتلایا گیا کہ جناب نواز شریف جو وزیر اعظم بنے تھے تو بابا سے لاٹھیاں کھا کر وزیر اعظم بنے تھے اور اب بے نظیر بھی لاٹھیاں کھا کر وزیر اعظم بن گئی ہے۔

ان خبروں کے بعد دلی خواہش تھی کہ اس بابا کو دیکھوں کہ جس کی لاٹھیاں ملک کے وزراء اعظموں پر برستی ہیں۔ اب اتفاق کی بات ہے کہ بالاکوٹ کی جامع مسجد اہلحدیث میں میرا خطبہ جمعہ رکھ دیا گیا۔ نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد میں نے جامع مسجد کے خطیب مولانا محمد صدیق صاحب سے بابا کا ذکر کیا اور پھر ہم "مانسہرہ" میں مولانا مسعود الرحمن جانباز کے ہاں ٹھہرے۔ صبح ہوئی تو ہم "بابا دھنکا" کی ملاقات کو چل دیے۔

ہم نے چلتے ہوئے ایک لاٹھی بھی لے لی تھی کیونکہ مجھے وزیر اعظم نہ بننا تھا لہذا میں کیوں لاٹھی کھاتا۔ لاٹھی لے لی کیونکہ ہم لاٹھیوں والے بابا کے پاس جا رہے تھے۔ مولانا مسعود الرحمن جانباز گاڑی ڈرائیو کر رہے تھے اور میرے ذہن میں کچھ اس طرح کا منظر بن رہا تھا۔

بابا جس کو ننگا کہا جاتا ہے' سرتاپا ننگا نہ ہو گا تو نیم برہنہ ضرور ہو گا اور چونکہ ایسے ننگے پاگلوں کو ہمارے ہاں "مجذوب ولی" کہا جاتا ہے۔ ان میں کوئی بازاروں میں گھومتا ہے اور راہ چلتی عورتیں شرم سے ایک طرف ہو جاتی ہیں۔ کوئی اپنی گدی پہ بیٹھا اپنے مریدوں کو گالیاں دیتا ہے اور گالی سن کر مرید سمجھتے ہیں کہ ہماری مراد پوری ہو گئی —— تو یوں یہ بابا لوگوں کو لاٹھیاں مارتا ہے چنانچہ وہاں کے لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے ہوں گے اور یہ مجذوب بابا لاٹھی ہاتھ میں پکڑ کر لوگوں کو مارتا ہو گا۔ جس کے لگ گئی وہ بامراد ہو جاتا ہو گا۔ مانسہرہ سے دربند والی سڑک سے ہم دائیں طرف چلنے لگے۔ بڑی خوبصورت وادی ہے۔ حسین و جمیل مناظر تھے اور پھر آخرکار ۴۵ کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے ہم ایک قصبے "لساں نواب" جا پہنچے۔ یہاں سے سات کلومیٹر کی مسافت طے کرنا ابھی باقی تھا۔ سڑک کا یہی وہ حصہ ہے کہ جسے پختہ کرنے کی منظوری جناب نواز شریف نے اپنے دور حکومت میں دی تھی اور اب اس پر عمل ان کی "پیر بہن" بے نظیر کروا

رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ سڑک کا یہ دشوار گزار راستہ تین کروڑ روپے کی گرانٹ سے مکمل ہوگا جسے اب بروئے کار لایا جا رہا ہے۔ ہم تین چار کلومیٹر چلے ہوں گے کہ بہت ہی دشوار راستہ آگیا۔ اب مولانا جانباز صاحب کی سوزوکی کار میں ہمت نہ تھی کہ وہ آگے بڑھتی چنانچہ اسے اور شیخ ایوب صاحب کو ہم نے یہیں چھوڑا اور پیدل چل دیے۔ بلڈوزر پہاڑ کاٹنے اور راستہ بنانے میں لگے ہوئے تھے۔ خیر ہم نے یہ راستہ طے کیا اور پھر ایک پہاڑی پر چڑھے۔ اس کی چوٹی پر ہیلی کاپٹر اتارنے کے لیے "ہیلی پیڈ" بنا ہوا تھا۔ یہی وہ "ہیلی پیڈ" ہے جہاں پیر بھائی بن اپنے مرشد سے لاٹھیاں کھانے کے لیے ہیلی کاپٹر سے اترتے ہیں۔ ہم بھی اس وقت اس "ہیلی پیڈ" پر اترنے کے بجائے چڑھ آئے۔ ہیلی پیڈ کے سامنے مسجد تھی اور مسجد کے ساتھ دربار کا دروازہ تھا۔ دروازے پر لکھا تھا۔ "رحمت اللہ دیوانہ بابا"

اس دروازے سے ہم اندر داخل ہوئے تو سامنے ایک چھوٹا سا میدان تھا جس کے دائیں جانب دیوار پر لکھا ہوا تھا "ننگا بابا" اور بائیں جانب یہی بابا گدی نشین تھا۔

ہم بھی لاٹھی لے کر بابا کے سامنے آگئے

ہمارے ذہن میں مجذوب بابا کا جو روایتی تصور تھا بابا اس کے برعکس تھا۔ وہ ایک لمبا سا کرتا پہنے اپنی گدی پہ بیٹھا تھا، جو زمین سے تقریباً تین فٹ بلند تھی۔ گدی پر چھپر بھی پڑا تھا اور بابا ہاتھ میں لاٹھی تھامے پاؤں پہ وزن ڈال کر بیٹھا ہوا تھا۔ مرید آگے بڑھ رہے تھے اور بابا ان کی کمر پر آہستہ آہستہ دو لاٹھیاں مار دیتا اور سینے پر دو کچوکے لگا دیتا۔ ہم کھڑے یہ منظر دیکھنے لگے اور پھر بابا کے ملنگوں نے ہمیں کہا کہ آپ بھی آگے آئیے۔ ہم دائیں سمت سے آگے بڑھے مگر ملنگوں نے کہا کہ سامنے سے آئیے۔ اب ہم دونوں ساتھی سامنے سے آگے بڑھے بابا نے اوپر سے لاٹھی بلند کی اور ادھر ہم نے پیچھے سے اپنی لاٹھی آگے کر کے بابا کو باور کرا دیا کہ لاٹھی ہمارے پاس بھی ہے اور ساتھ ہی میں نے اسے منع کر دیا کہ لاٹھی نہیں مارنی۔ مصافحہ کرو—— مولانا مسعود الرحمن جانباز نے ہاتھ آگے کیا مگر بابا نے اپنا ہاتھ آگے نہیں بڑھایا۔ تب میں نے اپنا ہاتھ آگے کیا اور بابا سے کہا: "مصافحہ کرنا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے لہٰذا آپ مصافحہ کریں۔" اس پر وہ کہنے لگا: "یہ لاٹھی علی رضی اللہ عنہ کا مصافحہ ہے جو مجھے ملی ہے۔" تب میں نے کہا: "علی رضی اللہ عنہ کے مصافحے کا طریق کار بھی وہی تھا جو اللہ کے رسولؐ کا تھا اور وہ ہاتھ سے تھا نہ کہ لاٹھی سے۔" میری اس گفتگو سے بابا گھبرا گیا۔ بابا کو اب کوئی بات نہ آئی تو وہ غصے سے (صوفیوں کی زبان میں جلال سے) بڑبڑانے لگا۔ تب ملنگوں نے ہمیں کہا کہ ادھر آجائیں، اب ہم ملنگوں کی طرف ہو گئے۔ انہوں نے ہمیں بابا کی نیاز "کھانے" دیے مگر مولانا جانباز نے یہ کہہ کر ان کی پیشکش رد کر دی کہ ہم ناشتہ کر کے آئے ہیں۔

بابا کی گدی کے ساتھ ایک کمرہ تھا جو مجھے "وی آئی پی روم" ہی دکھلائی دیتا تھا۔ وہاں ایک ملنگ بیٹھا تھا۔ میں نے سوچا کہ چلو اب اس ملنگ سے ملتے ہیں۔ میں نے اپنے قدم اس کی طرف اٹھائے تو باقی ملنگوں نے ہمیں پوچھا کہ کام کیا ہے؟ میں نے کہا کہ کمرے میں بیٹھے حضرت سے ملنا ہے تو وہ کہنے لگے آپ یہاں بیٹھیں۔ وہاں نہیں جا سکتے۔ تب میں نے بھی دھنکا بابا کے پہلو میں زمین پر بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ ملنگ جو اندر بیٹھا تھا ہمارے پاس آگیا مگر اب "دھنکا بابا" نے مخصوص انداز میں کہنا شروع کر دیا۔

"وہابی حضرات —— وہابی حضرات"

اور پھر سب لوگ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہماری طرف دیکھنے لگے۔ اس سے ہمیں اندازہ ہوگیا کہ بابا وہ مجذوب ولی نہیں ہے جو سڑکوں پہ نظر آتے ہیں بلکہ یہ سب کچھ سمجھتا ہے اور اچھا خاصا چالاک انسان ہے۔ موجودہ دور کا چلن یہی ہے کہ جس کو بھی قرآن و حدیث کی دلیل دی جاتی ہے، فوراً وہابی وہابی کہنا شروع کر دیتا ہے۔ یہی وار بابا نے کر دیا ہے جس کی عمر ساٹھ سال کے قریب ہوگی اور اچھی صحت رکھنے والا انسان ہے۔

خیر اب ہم یہاں سے چل دیے سو واپس ہیلی پیڈ پر بڑی آزادی سے گھومنے لگے۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو ملنگ حضرات چھتوں پر چڑھ کر ہمیں دیکھ رہے تھے۔ ان کے لیے یقیناً یہ بڑا تعجب انگیز منظر تھا کہ آج تک اس دور دراز علاقے میں کوئی ایسا انسان نہ آیا تھا کہ جو نہ صرف لاٹھیاں کھانے سے انکار کر دے بلکہ حضرت صاحب سے گفتگو کر کے اسے لاجواب کر دے۔ یہ تو وہ گدی ہے جہاں نواز شریف اور بے نظیر لاٹھی کھا گئے اور اب ہمارے وہاں جانے سے ہفتہ پہلے غلام مصطفیٰ جتوئی بھی لاٹھیاں کھا گئے تھے۔ اس امید پر کہ شاید وہ بھی دوسری بار وزیراعظم بن جائیں۔ وزراء حضرت کی یہاں لائن لگی ہوئی تھی اور سب آرہے

تھے۔ بابا دھنکا سے لاٹھیاں کھانے کے لیے ـــــ

مگر ہم تھے کہ یہاں آکر بابا کو درس دے گئے تھے۔ یہی بات ان کے لئے پریشانی کا موجب تھی اور شاید وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ نہ جانے یہ کتنے بڑے لوگ ہیں جو اس قدر دلیری کر گئے ہیں۔ مگر انہیں کیا معلوم کہ یہ تو مسکین لوگ ہیں۔ رب کے غلام اور بندے ہیں جو جھوٹے خداؤں کی دھوکہ بازیوں سے لوگوں کو آگاہ کرتے پھر رہے ہیں۔ ان کے پس پشت اگر کوئی قوت ہے تو وہ صرف اور صرف ان کے رب کی ہے جو ساری کائنات کا خالق اور قادر مطلق ہے۔ اسی رب نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا تھا جو ہمیں دور سے دیکھ رہے تھے اور ہمارے سامنے اف تک نہ کر سکے تھے۔ اور ان کا بابا جو لوگوں کو وزارتیں بانٹتا ہے' اس بے چارے کو یہ تک نہ پتہ چل سکا کہ جن پہ میں لاٹھی اٹھا رہا ہوں یہ کون ہیں؟ اور یہ کہ میرے مقابلے میں وہ بھی لاٹھی لائے ہیں۔ پھر وہ نہ ہماری باتوں کا جواب دے سکا اور نہ ہمارا کچھ بگاڑ سکا۔ بس بڑبڑاتا رہ گیا غصے میں کباب ہو کر وہابی کہتا رہ گیا مگر ہمارا بال بھی بیکا نہ کر سکا۔ لاٹھی نہ مار سکا۔ غرض اس وقت ہماری عملی کیفیت ان لوگوں کے لئے جو بابا سے نفع و نقصان کی امیدیں وابستہ کر کے لاٹھیاں کھا رہے ہیں قرآن کے الفاظ میں کچھ اس طرح تھی

قل اتعبدون من دون اللّٰہ ما لایملک لکم ضرا ولا نفعا (مائدہ ۷۶)

کیا تم اللہ کے علاوہ ان لوگوں کی پوجا کرتے ہو جو نہ تمہارے نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے۔

پردہ اٹھتا ہے

دھنکا کی بستی سے ہم واپس "لساں نواب" آئے۔ "ننگے بابا" کی حقیقت جاننے کے لیے ہم نے یہاں کے لوگوں سے رابطہ شروع کیا۔ معلومات اکٹھی کرنا شروع کیں تو ہماری ملاقات شیخ محمد امین کلاتھ مرچنٹ سے ان کی دکان پر ہوئی۔ حاجی علی نواز جو کہ چمڑے کے سوداگر ہیں انہیں بھی یہاں بلا لیا گیا۔ یہ بزرگ آدمی ہیں۔ انہی دونوں بزرگوں نے "لساں نواب" میں مسجد توحید محمدیہ بنائی ہے۔ یہ ہیں تو دیوبندی مگر لوگ انہیں وہابی کہتے ہیں۔ ہم نے جب ان کے سامنے اپنا مقصد بیان کیا' "بابا دھنکا" سے اپنی ملاقات کے بارے میں آگاہ کیا اور مولانا جانباز صاحب نے انہیں بتلایا کہ یہ "مجلہ الدعوۃ" کے ایڈیٹر ہیں۔ انہوں نے ہمیں خوش آمدید کہا

شیخ محمد امین کہنے لگا۔ یہاں تو نواز شریف اور بے نظیر کے آنے کے بعد "بابا دھنکا" کی پوجا بہت بڑھ گئی ہے۔ ہم تو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے جا رہے تھے کہ یہ فتنہ کس قدر بڑھ گیا ہے اور شہرت پا گیا ہے ہماری تو خواہش تھی کہ کوئی اللہ کا بندہ آئے جو اس فتنے کی اصلیت سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ ہمیں معلوم ہو رہا ہے کہ ہماری اس خواہش کو اللہ نے پورا کردیا ہے چنانچہ آپ کو دیکھ کر ہمیں بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ اس کے بعد ان دونوں بزرگوں نے جو معلومات دیں' وہ اس طرح ہیں۔

"بستی دھنکا کے قریب ایک بستی ہے جس کا نام "جسکراں" ہے۔ یہ ننگا بابا وہیں کا رہنے والا ہے۔ جسکراں میں ایک بابا ہوا کرتا تھا جو دیوانہ سا تھا' لوگ اس کی پوجا کرتے اور اتفاق سے جس محلے میں وہ رہتا تھا یہ رحمت اللہ بھی اسی محلے اور اسی گلی کا رہنے والا تھا۔ ۱۹۵۲ء میں یہ بابا فوت ہو گیا۔ اب اس کا مزار بن چکا ہے اور حال ہی میں نواز شریف کے داماد کیپٹن صفدر نے جو کہ مانسہرہ کا رہنے والا ہے' اس کے گنبد کی تعمیر کے لیے ایک لاکھ روپیہ دیا ہے۔

رحمت اللہ جو اب دھنکا اور دیوانہ بابا بن چکا ہے تب یہ جوان تھا اور جسکراں کا ایک غریب آدمی تھا۔ مزید برآں اس پر

تنگ دستی ایسی طاری ہوئی کہ اس کے پاس جو زمین تھی وہ بھی "رہن" کی نذر ہو گئی اور پھر یہ تنگ آکر محنت مزدوری کرنے کراچی چلا گیا۔ وہاں کارخانوں اور فیکٹریوں میں کام کرتا رہا۔ اس دوران یہ بیمار ہو گیا جس کی وجہ سے اس کی بیوی سے بھی علیحدگی ہو گئی۔ تب اس کے پاس اس کا ایک ہی لڑکا تھا جس کا نام عبدالستار ہے۔

ان حالات کا اس پر یہ اثر ہو کہ یہ چپ چپ رہنے لگ گیا اور پھر یہ "جسگراں" سے اٹھا اور "دھنکا" میں آگیا۔ یہاں رحمت اللہ ولد منڈ علی عرف منڈا پیر بن بیٹھا۔ مرید بننے شروع ہو گئے۔ نذریں نیازیں اور چڑھاوے چڑھنے لگے اور پھر اس کے دن یوں پھرے کہ گروی رکھی ہوئی زمینیں ہی واپس نہ آئیں بلکہ اور خرید لی گئیں۔ خستہ مکانوں کی جگہ اچھے خاصے مکان بن گئے اور مانسہرہ کے بہترین اور مہنگے علاقے میں اس کے بیٹے عبدالستار اور بھائی سمندر خان کی کوٹھیاں بن گئیں۔ کاروں کے یہ مالک بن گئے ـــــ اور اب جب سے نواز شریف' بے نظیر اور دیگر بڑے بڑے لوگ اس کے مرید بنے ہیں تو اب تو اللہ ہی جانتا ہے کہ دولت و ثروت کی کیا صورت حال ہے۔

نواز شریف' دھنکا بابا کے مرید کس طرح ہوئے؟

میں نے ان دونوں بزرگوں سے پوچھا کہ نواز شریف لاہور سے اٹھ کر اس دور دراز بستی کے ایک گمنام بابا کے پاس کیسے پہنچے؟ کیا مانسہرہ میں جو انہوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ کیا تو یہ رشتہ دار اس کا سبب بنے ہیں؟

جواب یہ ملا کہ رشتہ دار بھی مرید تو ہیں مگر نواز شریف کے یہاں پہنچنے کا سبب اور ہے۔ ہوا اس طرح کہ "جھوکاں گراں" کی بستی جو ہمارے "لساں نواب" سے چھ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہاں کی ایک لڑکی کی شادی جمالی خاندان میں ہوئی جو کراچی میں رہتا ہے۔ اس لڑکی نے جمالی خاندان میں "دھنکا بابا" کا تعارف کروایا کہ ہمارے علاقے میں ایک بزرگ رہتا ہے جو بڑا کرنی والا ہے وغیرہ وغیرہ ـــــ اور پھر یہ شہرت سن کر ظفر اللہ جمالی کی والدہ یہاں آئیں اور پھر جمالی صاحب خود یہاں آئے۔ اتفاق سے ان دنوں بلوچستان میں ان کو کوئی سیاسی مہم درپیش تھی جو پوری ہو گئی چنانچہ ان کا یقین پختہ ہو گیا اور انہوں نے اس کا تذکرہ نواز شریف سے کر دیا۔ تب جونیجو لیگ نہ ہوا کرتی تھی اور جمالی صاحب نواز شریف صاحب کے ساتھی ہوا کرتے تھے

چنانچہ نواز شریف صاحب یہاں آگئے پھر ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بے نظیر آئی اور پھر تو لائنیں ہی لگ گئیں۔

بابا کے بارے میں لوگوں کے عقائد

بابا کے بارے میں لوگوں میں پھیلے ہوئے کئی طرح کے عقائد ہیں اور کسی بھی گدی کی کامیابی کے لیے یہ بڑا ضروری ہیں کہ سینہ بہ سینہ مختلف کراماتیں اور مافوق الفطرت عادتیں پھیلادی جائیں تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ مرید بنیں اور نذر و نیاز دیں اور جب کسی پڑھے لکھے آدمی سے ملاقات ہو' وہ اعتراض کرے تو بڑی آسانی سے کہہ دیا جائے کہ جی! یہ تو عوام کی باتیں

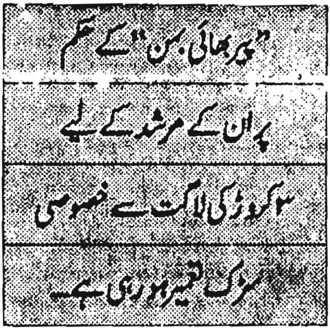
"پیر بھائی بن" کے حکم
پر ان کے مرشد کے لیے
۳ کروڑ کی لاگت سے خصوصی
سڑک تعمیر ہو رہی ہے۔

ہیں۔ حضرت تو ایسا نہیں کہتے۔

غرض حضرت کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ سالہا سال سے ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ دن رات ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب نہ وہ سوتے ہیں اور نہ کھاتے پیتے ہیں نہ قضائے حاجت کرتے ہیں اور جو کبھی کسی مائع چیز کا پیالہ پیتے ہیں تو تھوڑی دیر بعد قے کر دیتے ہیں۔

قارئین کرام! جہاں تک نہ سونے کا تعلق ہے یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا وصف ہے۔

لاتاخذہ سنۃ ولا نوم

اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند

جبکہ اللہ کے رسولؐ بھی سوتے تھے حتیٰ کہ ایک جہادی سفر میں آپؐ نے رات کے وقت ایک جگہ قیام کیا۔ پہرے پر حضرت بلالؓ کو متعین کیا

اور کہا کہ صبح ہمیں اذان دے کر جگانا مگر ان کی بھی آنکھ لگ گئی اور سورج کی تمازت نے اللہ کے رسولؐ کو جگایا اور حضرت بلالؓ سے جب اللہ کے رسولؐ نے پوچھا کہ جگایا کیوں نہیں تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ جس نیند نے آپ ؐ پر غلبہ پالیا ؐ اسی نے مجھے مغلوب کر لیا۔

اسی طرح جو کھانے پینے کا معاملہ ہے تو عیسائیوں نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر یہ عقیدہ بنا لیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ میں اللہ ہے تو اللہ نے ان کی اس بات کا جواب دو لفظوں میں یوں دیا۔

کانا یاکلان الطعام (المائدہ ۷۵)

وہ دونوں کھانا کھاتے تھے

یعنی یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک انسان کھانا نہ کھائے اور جو کھانا کھائے گا۔ وہ مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہو سکتا اور یہ کہ جو بھی کھانا کھائے گا' وہ حاجت بھی ضرور کرے گا۔۔۔

لوگو! جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ وضاحتیں کرکے لوگوں کی غلط فہمیاں دور کر رہے ہیں تو یہ بابا بے چارہ کیا شئے ہے۔۔۔ یہ تو فراڈی ہے اور اس کے فراڈوں کو اس کے علاقہ کے لوگ جانتے ہیں البتہ اس کی یہ جو کرامت ہے کہ وہ نامرد ہو چکا ہے' ہمارے خیال میں یہ مفید ہے کہ اس کا کم از کم اتنا تو فائدہ ہوگا کہ جو دیگر پیروں کے بارے میں اخبارات میں پڑھنے کو ملتا ہے کہ فلاں جعلی پیر۔ فلاں مرید کے گھر سے مریدنی کو لے اڑا۔۔۔ اور فلاں دربار پر یہ کچھ ہوتا ہے تو شاید اس گدی پر اس نامردانہ کرامت کی وجہ سے بچت اور تحفظ ہو جائے۔۔۔ وگرنہ صورت حال تو یہاں بھی کچھ اس طرح ہے کہ

دور دور سے مرید اور مریدنیاں یہاں آتے ہیں۔ رات یہاں ٹھہرتے ہیں اور صبح کو دعا کروائی جاتی ہے جو یہ حضرت کرواتے ہیں۔ پھر لوگ یہاں سے پیدل یا سواری میسر آئے تو ۔۔۔ لساں نواب آتے ہیں اور یہاں سے پھر اپنی منزل کو روانہ ہوتے ہیں۔ ان کے مریدوں اور مریدنیوں میں ۔۔۔ پنجاب کے لوگ بھی دیکھے' سرحد کے پٹھان بھی دیکھے اور دارالحکومت سے آئے ہوئے عقیدت مند بھی ۔۔۔ اور واپس مانسرہ آکر مانسرہ کے بہترین علاقے ڈب ii میں پھکوال روڈ پر دو کوٹھیاں بھی دیکھیں کہ ایک پر دھنکا بابا کے بھائی سمندر خان کا نام لکھا ہوا تھا اور نیچے جسکراں شریف لکھا ہوا تھے۔ جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ بابا دھنکا کس طرح دولت جمع کر رہا ہے۔

ضعیف الاعتقادی کے ان اڈوں کو ختم ہونا چاہئے۔ ہماری یہ بات تو کوئی ماننے سے رہا الا یہ کہ اللہ کسی حکمران کو یہ توفیق دے دے جبکہ حکمرانوں کے عقیدے کے مطابق ہم ایک مشورہ دے سکتے ہیں۔ ہمارے اس مشورے کا تعلق ایک "اصطلاح" سے ہے جسے "پیر بھائی" کہا جاتا ہے یعنی ایک پیر کے مرید آپس میں پیر بھائی کہلواتے ہیں۔ اب "دھنکا بابا" کے مرید نواز شریف بھی ہیں اور ان کے بعد اسی پیر کے پاس لاٹھیاں کھا کر بے نظیر بھی نواز شریف کی پیر بہن بن گئی ہے ۔۔۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پیر ایک ہے جبکہ سیاست کیوں جدا جدا ہے؟ ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ سیاست یونہی "پھڈے بازی" کا شکار رہے گی جب تک کہ یہ دونوں بھائی بہن سچے پیر بھائی بہن نہ بن جائیں اور سچے بننے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں خلوص دل سے اپنے اس پیر کو اسلام آباد لے آئیں۔ یہاں اسے اس کا نام "ننگا بابا" کے مطابق بابسی بنا کر وزارت عظمیٰ کی کرسی پر بٹھائیں۔ پھر ساری دنیا کے حکمرانوں کو پاکستان کے دورے کروائیں۔ یہ امریکہ کا صدر کلنٹن آ رہا ہے۔ اسلام آباد کے پرائم منسٹر ہاؤس میں ننگا بابا کو دیکھ کر وہ سمجھے گا کہ پاکستان ہم سے ترقی یافتہ ہے اور جب اسے دو "ڈانگوں" کا پروٹوکول ملے گا تو پاکستان سپر پاور بن جائے گا اور امریکہ اس کی نو آبادی میں تبدیل ہو جائے گا۔ یہی بات تو یہ ہے کہ مریدوں کو وزرائے اعظم بنانے کا تجربہ کامیاب نہیں ہو رہا ۔۔۔ پیر پگاڑو نے اپنے مرید جونیجو کو وزیر اعظم بنوایا تو کامیاب نہیں رہا۔ اب دھکے بابے کے دونوں [illegible] بھی کامیاب نہیں ہو پا رہے۔ مریدوں کو چاہیے کہ پیر صاحب کے

مقام کا خیال کریں اور میرٹ کے لحاظ سے بمبر بابا دھنکا کا ہی ہے لٰہذا نواز شریف اور بے نظیر پیر بھائی بمن کو اپنے پیر کا خیال کرنا چاہیے اور اب یہ کام کر دینا چاہیے اور اگر بوجوہ وہ اس پر آمادہ نہ ہوں ـــــ تو پھر کم از کم ہمارا مشورہ یہ ہے کہ تین کروڑ روپے کی رقم ضائع نہ کریں۔ لوگوں کو بھی مصیبت میں نہ ڈالیں کہ وہ ان کی تقلید میں دور دراز سے یہاں آتے ہیں۔

آخری مشورہ

محترم میاں صاحب ـــــ مندرجہ بالا جو مشورہ ہم نے دیا، حقائق کی دنیا میں عقل و خرد کے ترازو میں یہ کس قدر غیر منصفانہ، بودا اور فضول ہے ـــــ یقین جانئے! دین کا معاملہ اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر اہم اور پر حقیت ہے۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ جس کام کو ہم دنیا کے معالے میں فضول سمجھتے ہیں دین کے معالے میں اسے درست خیال کرتے ہیں۔ اس کا تو صاف صاف مطلب یہ ہے کہ دین کے معالے میں ہم سنجیدہ ہی نہیں۔ کیا کعبے میں جانے کے بعد لبیک اللھم لبیک لا شریک لک کہنے کے بعد بھلا ان دروازوں پہ جا کر ڈنڈے کھانے کو دل چاہتا ہے؟

آخر وہ دل کیا ہے؟ کس کا بنا ہوا ہے؟ کس کے پیچھے چلتا ہے؟ کس قدر غیر حساس ہے جو یہاں کھینچ لاتا ہے؟ ـــــ

حجر اسود کو چومنے کے بعد بھلا کسی پتھر کو چومنے کی کسر رہ جاتی ہے؟ سیاست کے لیے اسلام کو قربان نہ کیجئے۔ دنیا کے لیے اپنی آخرت کو ذبح مت کیجئے۔ اقتدار کے لیے عقیدہ توحید پہ چھری مت چلایئے۔ پیروں اور گدیوں کے حوالے سے تعلق مت بنایئے۔ بلکہ کعبے کے حوالے سے۔ توحید کے عقیدے کی اساس پر۔ اللہ سے محبت کرنے والوں سے محبت کیجئے! اس لئے کہ قیامت کے روز سب محبتیں دم توڑ جائیں گی۔ اللہ فرماتے ہیں

الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین.......... (الزخرف - ۶۷ - ۷۳)

اس روز سوائے پرہیز گاروں کے سب دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہو گا اور نہ تم غمزدہ ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور

فرمانبردار تھے (ان سے کہا جائے گا) تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تمہارا خیر مقدم ہو گا۔ ان پر سونے کی رکابیوں اور جام کا دور چلے گا۔ اس جنت میں ان کو وہ سب کچھ ملے گا جس کو ان کا دل چاہے اور آنکھیں لذت اٹھائیں (اور ان سے یہ بھی کہا جائے گا کہ) تم اس میں ہمیشہ رہو اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنا دیئے گئے ہو اپنے اعمال کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔

اور یاد رکھئے! شرک ایک مکروہ عمل ہے کہ اس کے ارتکاب سے جنت کا داخلہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو اس ظلم عظیم سے بچائے اور توحید کی نعمت سے نواز کر جنت کا وارث بنائے (آمین)

بہ شکریہ "الدعوۃ" لاہور

بقیہ از صفحہ ۲۶

عمل سے نئی باہمی تقسیمیں یہ سب عذاب اسی انصاف پسندی حقیقت پسندی اور حقیقت بینی کے فقدان کا ہے۔ اس عذاب سے امت کے نکلنے کی کوئی صورت اسکے بغیر نہیں ہے کہ جہاں جہاں سے اس فساد کی ابتداء ہوتی نظر آتی ہے، وہاں وہاں سے اصلاح کے کام کی ہمت کی جائے۔

(مقدمہ کتاب "واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر" سے ماخوذ)

تنقید

آج کی تازہ خبر

خادم حسین

"اگر کسی نے دوبارہ میری ماں بہن کو گالی دی تو میں جواباً قائد ایوان کو گالیاں نہ دوں تو اپنے باپ کا نہیں۔" (شیخ رشید) قومی اسمبلی میں ننگی گالیاں اور ہنگامہ۔ عزیز میمن تمام حدیں پھلانگ کر شیخ رشید کی ماں بہن کے بارے میں بھی نازیبا الفاظ کہہ گئے۔ اس سے پہلے ذوالفقار مرزا نے شیخ رشید کیلئے چور ڈاکو لٹیرا اور قاتل کے الفاظ استعمال کئے۔ سپیکر نے کہا کہ یہ الفاظ گالیاں نہیں ہیں۔ (روزنامہ "خبریں"۔ ۱۴ جون ۱۹۹۴ء)

یہ خبر پڑھ کر مجھے ایک لطیفہ یاد آیا۔ فوج کے ایک آفیسر نے ایک جوان کو ترنگ میں آکر "اُلو کا پٹھا" کہہ دیا۔ جوان ابھی نیا نیا بھرتی ہوا تھا۔ ابھی اس کی انا اتنی زخمی نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ ملازمت میں انسان کی عزت نفس، انا، آزادی رائے، سچ کہنے سننے کی عادت ختم ہو جاتی ہے۔ جوان کو بڑا غصہ آیا۔ واپس آکر اپنے جونیئر آفیسر سے کہا۔ "صاحب جی" نے مجھے گالی دی ہے۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔" جونیئر آفیسر نے کہا "کیا گالی دی ہے۔ کیا بات ہے۔ مجھے تو بتاؤ" جوان نے کہا۔ "صاحب نے مجھے اُلو کا پٹھا کہا ہے۔ میں بدلہ لے کر رہوں گا۔"

جونیئر آفیسر نے کہا "آؤ صاحب سے بات کرتے ہیں۔ اس نے تمہیں گالی کیوں دی ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" جوان کو لے کر جونیئر آفیسر۔ صاحب کے پاس گیا۔ اس سے بڑے ادب سے بات کرتے ہوئے کہا۔ "صاحب! یہ جوان کہتا ہے آپ نے اسے گالی دی ہے۔ اُلو کا پٹھا کہا ہے۔"

صاحب نے دیکھا کہ جوان بڑے غصے میں ہے۔ اس نے بڑے تحمل سے کہا۔ "اُلو کا پٹھا" ہمارے ہاں ایک دوسرے کو ایسے ہی کہہ دیتے ہیں۔ اُلو کا پٹھا کوئی گالی نہیں ہوتی۔" جونیئر آفیسر نے جوان کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔ "سنا تم نے۔ صاحب کہتے ہیں۔ اُلو کا پٹھا کوئی گالی نہیں ہے۔ تو بھی اُلو کا پٹھا۔ میں بھی اُلو کا پٹھا۔ صاحب بھی اُلو کا پٹھا۔ چلو، اُلو کا پٹھا کوئی گالی نہیں ہوتی۔"

مرحوم آغا شورش کاشمیری بروقت یاد آگئے ہیں ان کی یہ نظم کتنی حسب حال ہے۔

مجلسِ قومی میں ذکر لیلیٰ و مجنوں چلا
یار لوگوں میں بڑی سرکار کا افسوں چلا
بحث کے شور و شغب سے اک نیا مضمون چلا
منہ میں جو آتا ہے کہہ جاتے ہیں بے خوف و خطر
آج کی تازہ خبر
کارواں مفلوج میرِ کارواں بے بال و پر
خنجرِ حالات سے مجروح یارانِ سفر
ماورائے فہمِ انساں گردشِ شام و سحر
سرگراں ناگفتہ بہ حالات سے نوعِ بشر
آج کی تازہ خبر
لٹ گیا مرشد کے ہاتھوں ایک سادہ دل مرید
عشرۂ ماہِ محرم میں نشاطِ صبحِ عید؟

(بقیہ ص ۴۲ پر)

نقد و نظر

مظہری مغالطے

(قسط ۴)

ابوریحان سیالکوٹی

ساری دنیا میں مجتہد، صرف حضرت معاویہؓ، اصحابِ جمل و صفین اور حضراتِ حکمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی تو نہیں ہوئے اور اجتہادی غلطی بھی صرف انہی سے تو نہیں ہوئی، ان کے علاوہ اور بھی سیکڑوں مجتہدین ہوئے ہیں، ان سے بھی تو اجتہادی غلطیاں ہوئی ہوں گی۔ خطاً اجتہادی سے کسی مجتہد کا ذکر اگر اس کا کامل ہی ذکر خیر ہے تو قاضی صاحب ہی فرمائیں کہ کیا انھوں نے یہ کامل ذکرِ خیر دنیا وجہاں کے کسی اور مجتہد کا بھی کبھی کیا؟

اور واقعی جواب قاضی صاحب کے اس سوال کا یہ ہے کہ میں اپنی کتاب میں صحابہ کرامؓ کے ذکرِ بالخیر کی تفصیل "ذکرِ بالخیر کی انواع واقسام" کے مستقل عنوان کے تحت صفحہ ۳۱۲ سے صفحہ ۳۲۲ تک بیان کر چکا ہوں۔ اور قاضی صاحب کے تبصرہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تفصیل ان کی نظروں سے گذری بھی ہے، یاد نہ رہی تو دوبارہ ایک نظر اس پر ڈال لیں۔ انشاءاللہ بشرطِ انصاف، سوال کا تسلی بخش جواب مل جائے گا۔

مغالطہ نمبر ۲۵

قاضی صاحب نے اس سلسلے میں بخاری و مسلم کی وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے اجتہادی صواب والے کے لیے دوہرا اور اجتہادی خطاً والے کے لیے اکہرا اجر ارشاد فرمایا ہے پھر لکھتے ہیں:

"مولانا ابوریحان صاحب جواب دیں (۷) کہ خود رسول ﷺ نے بھی اجتہادی اختلاف (۸) میں مجتہد کے لیے آخری حد خطاً اجتہادی قرار دی ہے تو کیا آپ ﷺ نے بھی صحابہ کے خالص ذکرِ خیر کے منافی حکم دیا ہے۔ (۹) العیاذ باللہ ابوریحان اپنے دل و دماغ کا

۷- ابوریحان ضرور جواب دیے گا لیکن تب جبکہ قاضی صاحب نے اس حدیث کا یہاں جو مفاد بیان کیا ہے اس کے مطابق پہلے عمل اس حدیث پر ثابت کریں۔

۸- بالکل غلط، آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں اجتہادی اختلاف کا ذکر ہرگز ہرگز نہیں فرمایا۔ کیونکہ یہ تو تب ہوتا جبکہ آپ ﷺ نے مدمقابل متعدد حاکموں کے ایک دوسرے سے مختلف اور متعدد فیصلوں میں سے کسی کو صواب اور کسی کو خطاً کہا ہوتا۔ حالانکہ یہاں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ آپ ﷺ نے تو یہاں اکیلے اکیلے حاکم کے اکیلے اکیلے اجتہادی فیصلے میں صواب و خطاً کے دونوں دونوں احتمال بتائیے ہیں اور بس۔

۹- یہ بھی بالکل غلط ہے کیونکہ حکم تو اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے کوئی بھی نہیں دیا ہے نہ منافی نہ موافق بلکہ اجتہادی خطاً و صواب اور اس میں اجر و ثواب کا صرف ایک ضابطہ بیان کیا ہے اور بس۔

جائزہ لیں کہ وہ کہاں پہنچ رہے ہیں۔" (صفحہ ۲۴)

قاضی صاحب یہاں اس حدیث سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ خطأ اجتہادی بھی مجتہد کا کامل ذکر خیر ہے یہ بات اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اس پر تفصیلی گفتگو قارئین انشاء اللہ سبائی فتنہ حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہاں تو ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کا جو مفاد یہاں قاضی صاحب نے بیان کیا ہے اگر اسی کو صحیح فرض کر لیا جائے تو پھر جتنا الزام وہ اس سے ابوریحان کو دے رہے ہیں اس سے زیادہ خود ان پر آتا ہے اور جتنی ضرورت اپنے دل و دماغ کا جائزہ لینے کی ابوریحان کے لیے ثابت ہوتی ہے اس سے زیادہ خود ان کے لیے ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو کہ:

الف: آنحضرت ﷺ تو اس حدیث میں قاضی صاحب کے ہی بقول مجتہد کے لیے آخری حد خطا اجتہادی ارشاد فرما رہے ہیں۔ لیکن قاضی صاحب اس حد کو توڑ کر اس سے آگے اور بہت آگے معصیۃ، گناہ، یقیناً سخت نافرمانی، قرآنِ و حدیث کی مخالفت، اللہ و رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی، قصور و جور اور بغاوت تک جا پہونچے ہیں۔

پھر یہ بھی واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ نے خطأ اجتہادی کو آخری حد قرار دیا ہے گناہ و نافرمانی وغیرہ وغیرہ کی مراد نہیں قرار دیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ مجتہد کو پہلے جی بھر کے گناہ نافرمانی وغیرہ وغیرہ کا مرتکب بنا لو، اس پر اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کا الزام خوب لگا لو پھر اس کی مراد خطا اجتہادی سے بیان کر لو۔ لہذا خطاء اجتہادی سے زائد قاضی صاحب کی یہ سب باتیں نبوی حد بندی کی صریح خلاف ورزی ہی شمار ہو گی۔

ب: میں نے تو ایک طرف خطأ اجتہادی کو ہی ناقص ذکرِ خیر کہا تھا اس کے ساتھ صوابِ اجتہادی کو یہ کچھ نہ کہا تھا اور دوسری طرف اس کو ناقص ہی سہی پر ذکر خیر ہی کہا تھا صحابہؓ سے بدظنی کا باعث نہ کہا تھا اس پر قاضی صاحب مجھے اپنے دل و دماغ کا جائزہ لینے کا فرما رہے ہیں لیکن خود انھوں نے صرف خطأ اجتہادی کو ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ صوابِ اجتہادی کو بھی ذکر خیر ہی نہیں بلکہ صحابہؓ سے بدظن کرنے والا ذکر قرار دیا ہے، اب میرا بھی قاضی صاحب سے یہی سوال ہے کہ کیا آنحضرت ﷺ نے بھی بقول آپ کے خطأ اجتہادی کو آخری حد قرار دے کر صحابہ کرامؓ سے بدظن کرنے والے ذکر کا حکم دیا ہے؟ العیاذ باللہ۔ پھر آنحضرت ﷺ نے بھی بقول آپ کے ہی آخری حد قرار دیا ہے تو صرف خطأ اجتہادی کو ہی قرار دیا ہے، آپ نے اس سے بڑھ کر صوابِ اجتہادی کے ذکر کو بھی جو صحابہ سے بدظنی کا باعث قرار دے دیا ہے۔ تو کیا آپ نے نبوی حد بندی کی دوہری صریح خلاف ورزی نہیں کی؟ اب آپ ہی فرما دیں کہ اپنے دل و دماغ کا جائزہ لینے کی زیادہ ضرورت آپ کو ہے یا ابوریحان کو؟

ج: ہم ابھی مغالطہ نمبر ۲۳ میں بتا آئے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ صحابہ کرامؓ کی اجتہادی خطأ کو زبان پر لانے سے منع کرتے ہیں۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ بھی جھٹ پٹ کسی مجتہد کے بارے میں لفظِ غلطی کے استعمال کو نازیبا اور خلاف احتیاط سمجھتے ہیں، کیا قاضی صاحب، ان حضراتِ اکابر کو بھی اپنے اپنے دل و دماغ کا جائزہ لینے کا ہی مشورہ

دیں گے؟ کیونکہ یہ حضرات تو خطاً اجتہادی کے ذکر سے منع کر کے گویا اس کو ناقص ذکر خیر قرار دے رہے ہیں۔[10] جبکہ حدیث زیرِ بحث سے مظہری استدلال کے مطابق آنحضرت ﷺ اس کو صحابہؓ کا کاملِ ذکر خیر فرما رہے ہیں۔

د: پھر قاضی صاحب یہ بھی تو فرماویں کے صواب والے اجتہاد اور خطاً والے اجتہاد میں درجہ و مرتبہ کے اعتبار سے کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں دونوں کا اجر مختلف کیوں ارشاد فرمایا؟ اور اگر ان میں فرق ہے تو وہی فرماویں کہ وہ کیا ہے؟ نیز یہ کہ جو فرق ان میں ہے کیا وہ ان کے ذکر میں بھی نہیں؟

ہ: انبیاء علیھم السلام کے ناخلف جانشینوں سے جہاد کرنے سے متعلق آنحضرت ﷺ نے کیا حدیث میں فرمایا ہے کہ "فمن جاہدھم بیدہ فھو مومن و من جاھدھم بلسانہ فھو مومن و من جاھدھم بقلبہ فھو مؤمن ولیس وراء ذالک من الایمان حبۃ خردل- (صحیح مسلم صفحہ ۵۲/ ج: ۱) ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لفظ مؤمن کی تنوین کے حوالہ سے پہلے ایمان کو کامل دوسرے کو متوسط اور تیسرے ایمان کو ناقص بتایا ہے،[11] کیا قاضی صاحب ان کو بھی اپنے دل و دماغ کا جائزہ لینے کا مشورہ دیں گے؟ کیونکہ آنحضرت ﷺ تو تینوں مجاہدین کو مؤمن فرمار ہے ہیں صراحتہً نہ کسی کی کوئی غلطی، خطاً بیان فرمار ہے ہیں اور نہ اجر کی کمی، زیادتی کا ہی کوئی ذکر کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود ملا علی قاری رحمہ اللہ تیسرے مومن کے ایمان کو نقصان والا ایمان بتا رہے ہیں جبکہ حدیث زیر بحث میں آنحضرت ﷺ نے صواب و خطاً کی تصریح بھی فرمائی ہے اور اجر بھی کم، زیادہ ارشاد فرمایا ہے۔ جو کہ تنوین سے زیادہ واضح قرینہ ہے نقصان کا۔

مغالطہ نمبر ۲۶

آگے قاضی صاحب نے صحابہ کرام کا ایک دوسرے کی طرف اجتہادی خطاً کی نسبت کرنا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ سے نقل کر کے لکھا ہے:

> "گویا ابوریحان صاحب کا نظریہ ہے کہ صحابہ بھی خالص ذکرِ خیر اور ادھورے اور ناقص ذکرِ خیر میں تمیز نہیں کرتے تھے۔ لا حول و لاقوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم-" پھر آگے یہ شعر لکھا ہے:
>
> اللہ نہ ہدایت دے جس کو
>
> پھر اس کی ہدایت مشکل ہے (صفحہ نمبر ۲۴)
>
> میں پوچھتا ہوں کہ یہ کس احمق اور بے تمیز و بے ہدایت نے کہا ہے کہ صحابہ بھی خالص ذکر خیر اور ادھورے و ناخالص ذکر خیر میں تمیز نہیں کر سکتے تھے؟ میں تو اپنی کتاب

۱۰- کیونکہ اگر وہ اس کو صحابہؓ کا کاملِ ذکرِ خیر سمجھتے ہوئے تو اس کو زبان پر لانے سے منع نہ کرتے، اس کے استعمال کو نازیبا اور خلاف احتیاط نہ سمجھتے۔

۱۱- مرقاہ بحوالہ فتح الملہم صفحہ: ۲۲۶/ ج: ۱

میں "سبق آموز سلمانی نصیحت" کے مستقل عنوان کے تحت بیان کر چکا ہوں کہ حضرات صحابہ کرامؓ خالص ذکرِ خیر اور ناخالص میں خوب خوب تمیز کر سکتے تھے اور کیا کرتے تھے اسی لیے حضرت سلمانؓ اور حضرت حذیفہؓ کو صحابہؓ کی اونچ نیچ والے واقعات کو لوگوں کے سامنے ذکر کرنے سے بڑی سختی سے منع فرمایا تھا۔ لہذا نہ رکنے پر حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجنے کا ڈر سنایا تھ۔ (دیکھو سبائی فتنہ صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۱)

پھر جس علامہ عثمانی رحمہ اللہ نے یہ بات لکھی ہے انھوں نے اور اسی سلسلہ میں ائمہ اربعہ کا مجتہد پر لفظ مخطی کے جھٹ پٹ اطلاق کو نازیبا اور خلافِ احتیاط سمجھنا بھی تو لکھا ہے۔ تو کیا ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا بھی خود علامہ عثمانی رحمہ اللہ کا العیاذ باللہ یہ نظریہ تھا کہ صحابہ کرامؓ خالص و ناخالص ذکرِ خیر میں تمیز نہیں کر سکتے تھے؟ لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہاں تو قاضی صاحب ذرا یہ بھی تو بتلائیں کہ صحابہ کرامؓ کے ایک دوسرے کی طرف خطاً اجتہادی کی نسبت کرنے سے اس کے ذکر کا کامل ذکرِ خیر ہونا کیسے ثابت ہو گیا؟ زیادہ سے زیادہ اس کے اطلاق کا جواز ہی تو ثابت ہوا؟ تو کیا آپ کے نزدیک کا نفسِ جواز اور اس کا درجۂ کمال دونوں برابر ہیں۔

ان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ
و ان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

باقی رہا قاضی صاحب کا مذکورہ شعر؟ تو اس کا پورا جواب تو میں انشاء اللہ "کشف سبائیت" میں ہی دونگا یہاں انہی کی زبان میں صرف یہ عرض ہے کہ:

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ (خارجی فتنہ صفحہ ۲۷۵/ج:۱)

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

من سب الانبیآء قتل ومن سب اصحابی جلد۔

جو انبیاء کو گالی دے اُسے قتل کر دیا جائے اور جو صحابہ کرام کو گالی بکے اس کی دُرّوں سے پٹائی کی جائے۔!

حسنِ انتخاب

سنتا چلا گیا

نصر اللہ خان

جناب نصر اللہ خان ایک کہنہ مشق اور بزرگ صحافی ہیں مولانا ظفر علی خان مرحوم کے دبستان صحافت میں ان کی تربیت ہوئی، ان کی یہ تحریر کوئی چالیس برس پرانی ہے اور مجید لاہوری مرحوم کے نمکدان میں چھپی تھی مگر تغیرات زمانہ کے باوجود آج بھی تروتازہ ہے۔لیجئے آپ بھی پڑھیے۔(ادارہ)

کیوں صاحب! نور محمد میمن کا مزار کہاں ہے؟

وہ دیکھئے سامنے!...... لیکن یہ اتنے سارے پھول کیا ہوں گے؟

میں یہ پھول ان ہزاروں نور محمد میمنوں کے مزار پر چڑھاؤں گا جو اس نور محمد سے پہلے مارے گئے۔

کوئی اور نور محمد میمن بھی تھے؟

خاموش! اس شہر خموشاں میں نور محمد میمنوں کی جمہوریت ہے۔اور اس شہر خموشاں سے باہر ان کے نام پر حکومت کی جاتی ہے۔

لیکن ان نور محمد میمنوں کو کس نے مارا؟

کتنے بھولے ہو! تم آدمی ہو یا وزیر! اتنا بھی نہیں جانتے! یہ پوچھو کہ کس نے نہیں مارا۔کالے چوروں نے مارا، خودغرض لیڈروں نے حصول جاہ پر قربان کیا۔افسروں کی افسری نے گلا گھونٹا۔ماتحتوں کے تساہل نے مارا۔اقرباپروری نے ہلاک کیا۔صوبہ پرستی نے خنجر گھونپا۔جو بچ رہے تھے انھیں سیلاب نے لیا اور قحط نے دبوچا۔

پھر تو یہ پھول بہت کم ہیں......

میری آنکھوں میں کچھ آنسو بھی باقی ہیں۔

چند اشعار ملاحظہ فرمائیے!

عرض کیا ہے کہ

صبح تو رام سے گزرتی ہے
رات بھر ٹام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے
اب چچا سام سے گزرتی ہے

یہ رام اور ٹام اور سام کون بزرگ ہیں جناب؟

یہ تینوں اس بندۂ حقیر و پر تقصیر کے چچا ہیں قبلہ!

ایک زمانہ تھا کہ ایشیاء میں اباحضور کی عظمت وشوکت کا غلغلہ تھا۔ لیکن آج ان کی جاگیر ان تینوں چچاؤں کے تصرف میں ہے۔

اور اباحضور کیا کر رہے ہیں؟

اباحضور یہ سوچ رہے ہیں کہ وہ کیا کریں؟ جس کے پاس کرنے کو کچھ نہیں ہوتا وہ سوچتا ہے۔ اور جو سوچ کر کچھ کر نہیں سکتا وہ منصوبے بناتا ہے۔ اباحضور نے منصوبہ بافی کا بہت بڑا کارخانہ قائم کیا ہے۔ یہ کارخانہ ایشیاء کا سب سے بڑا کارخانہ ہے۔

ان منصوبوں سے کچھ مل جاتا ہوگا؟

یہ منصوبے تو توشۂ آخرت ہیں حضور! مسلمان وہ ہے جو آخرت کے خواب دیکھتا رہے۔

پھر گذر بسر کیسے ہوتی ہے؟ چچاٹام مدد نہیں کرتے؟

چچاٹام کا سایہ ہی کافی ہے۔ وہ اپنی دکان کی ہر چیز ہمارے ہاتھ بیچتے ہیں۔

منافع بھی لیتے ہوں گے؟

منافع نہ لیں تو تجارت کیسے چلے!

اپنے بھتیجے سے منافع؟

اسی منافع پر تو چچا بھتیجے کا رشتہ قائم ہے سرکار۔

اور یہ چچاسام کیسے ہیں؟

چچاسام کے کیا کہنے! ڈالروں کی ایسی تلخ شراب پلاتے ہیں کہ سارا غم غلط ہو جاتا ہے۔ جی بھر کر مدد کرتے ہیں۔

چچاسام یہ چاہتے ہوں گے کہ آپ جلد از جلد اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں؟

جی نہیں وہ چاہتے ہیں کہ میں جلد از جلد ان کے پیروں پر کھڑا ہو جاؤں!

ان کے پیروں پر؟

جی ان کے پیروں پر۔ اگر میں اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا تو پھر ان کے بین الاقوامی پیر کیا ہوں گے۔

اچھا چچارام کیسے ہیں؟

ہر سے رام اندر سے راون ہیں سرکار۔! میری کامناؤں کی بے شمار سیتاؤں کو دبائے بیٹھے ہیں۔

کوئی ہنومان ڈھونڈ نکالو۔

اس دور کے ہنومان راون کے سنگی ساتھی ہیں سرکار۔

رام تمہارے سگے چچا ہیں؟

جی نہیں وہ میرے چچیرے بھائی ہیں۔ ذرا قد میں مجھ سے بڑے ہیں۔

پھر تم انہیں چچا کیوں کہتے ہو؟

ہر محکوم بھتیجا اور ہر آزاد چچا ہے سرکار۔

لیکن تم کس کے محکوم ہو؟

میں اپنا محکوم ہوں اور جو اپنا محکوم ہوتا ہے وہ سب کا محکوم ہوتا ہے۔

لیکن تمہاری زبان تو بہت تیز ہے؟

لیکن پاؤں بہت کمزور ہیں۔اسی لیے ایک نہ ایک چچا کی انگلی پکڑ کر یہاں پیاں چلنا ہی پڑتا ہے۔

اور سنو! سرخ فام بھی تو تمہارے چچا ہیں؟

وہ تو میرے چچاؤں کے بھی چچا ہیں سرکار۔

وہ کیسے ہیں؟

وہ سرخ کمبل اوڑھتے ہیں اور دوسروں کو بھی اڑھاتے ہیں۔جو کوئی اس کمبل میں آجاتا ہے وہ کمبل چھوڑنا چاہتا ہے لیکن کمبل اسے نہیں چھوڑتا۔

چچا سرخ فام کا مشغلہ کیا ہے؟

شاعری کرتے ہیں قصیدے کہتے ہیں۔

کس کی شان میں؟

خود اپنی شان میں وہ دنیائے سیاست کے منصور ہیں۔منصور اناالحق کہ کر سولی پر چڑھ گیا لیکن چچا سرخ فام انا ولا غیری کا نعرہ لگاتے ہیں اور اپنے مخالفوں کی گردن درانتی سے کاٹتے ہیں۔

درانتی؟

جی ہاں درانتی! یہ درانتی چچا سرخ فام کی عظمت و جلال کی جڑ اور ان کے حفظ و بقا کی ضامن ہے سرکار۔جب مزدور کے ہاتھ میں تھی تو چاندی سونے کے انبار کاٹ کر لاتی اور یہ انبار غریبوں میں تقسیم ہوتے۔چچا سرخ فام کے ہاتھ میں ہے تو خون اگل رہی ہے۔

لیکن میاں صاحب زادے یہ چچاؤں کا قصہ کیا لے بیٹھے۔کچھ اپنی سناؤ؟

یہ بتاؤ تم ان چچاؤں میں سے کس چچا کے ساتھ ہو؟

تھوڑا سا چچا ٹام کے ساتھ اور تھوڑا سا چچا سام کے ساتھ۔

اور اپنے ساتھ؟

سرکار اس تھوڑی سی بین الاقوامی زندگی میں اتنی بڑی فرصت کسے نصیب کہ کوئی اپنا ساتھ بھی دے۔

پھر تمہارے گھر کی حالت کیسے سدھرے گی؟

مسلمان کا کوئی گھر نہیں۔کوئی وطن نہیں۔جس زمین پر اس کا ہوائی جہاز اترے وہی اس کا وطن ہے۔ایک بندہ مومن کی پہچان اس کا بینک بیلنس ہے۔اور اس کا وطن پورا "اسٹرلنگ ایریا"

❋

کاروانِ احرار

مجلس احرارِ اسلام کی رُکنیت سازی مہم

ادارہ

کارکن اگست ۱۹۹۴ء تک رکنیت سازی مکمل کرلیں۔

مقامی مجالس کے انتخابات فوراً مکمل کر کے مرکز کو ارسال کریں۔

مجلس احرارِ اسلام کے تمام اراکین و معاونین اور ماتحت شاخوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مجلس کی رکنیت سازی کی مہم کا آغاز دوماہ پہلے ہو چکا ہے۔ یہ مہم اگست ۱۹۹۴ء تک جاری رہے گی۔ تمام ماتحت مقامی مجالس اپنے انتخابات جلد مکمل کر کے مرکزی دفتر ارسال کریں۔ فارم رکنیت مرکزی دفتر دارِ بنی ہاشم ملتان سے طلب فرمائیں۔ دستورِ جماعت کی کاپیاں مطلوب ہوں تو مرکز سے طلب فرمائیں۔

ذیل میں چند انتخابات شائع کئے جا رہے ہیں۔ آئندہ شماروں میں بھی موصول ہونے والے انتخابات مسلسل شائع کئے جائیں گے۔ (مرکزی ناظم نشرو اشاعت)

انتخاب مجلس احرار اسلام بستی مولویاں (ضلع رحیم یار خان)

مجلس احرار اسلام مولویاں ضلع رحیم یار خان کا انتخابی اجلاس ۶ محرم ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۶ جون ۱۹۹۴ء زیر صدارت جناب صوفی محمد اسحٰق صاحب مسجد معاویہ میں منعقد ہوا جس میں تمام حاضر اراکین کے متفقہ فیصلہ سے حسبِ ذیل عہدہ داران منتخب کئے گئے۔

صدر	جناب صوفی محمد اسحٰق صاحب
ناظم	ابو معاویہ فقیر اللہ رحمانی
ناظم نشرو اشاعت	حافظ دوست محمد

اراکین مقامی شوریٰ:

صوفی محمد اسحٰق صاحب، ابو معاویہ فقیر اللہ رحمانی، حافظ دوست محمد، مولانا عبد الحق صاحب، حافظ ابو مغیرہ عبدالرحیم نیاز، مولانا اللہ بخش، قادر بخش احرار، جام غلام رسول۔

ضلعی نمائندگان:

مرکزی نمائندہ صوفی اسحٰق صاحب، ابو معاویہ فقیر اللہ رحمانی۔

مرکزی نمائندہ:

ابو معاویہ فقیر اللہ رحمانی

اجلاس میں تمام اراکین نے فیصلہ کیا کہ علاقہ بھر میں جماعت کی تشکیل و قیام کا کام تیز کر دیا جائیگا۔ اور زیادہ سے زیادہ احباب کو جماعت میں شمولیت کی دعوت دی جائے گی۔

علاوہ ازیں ایک تعزیتی قرار داد کے ذریعے احرار رہنما حضرت مولانا سید فضل الرحمن احرارا کے انتقال پر اظہار غم کیا گیا۔ مولانا کی ملی وقومی اور دینی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ مولانا کے ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ خوانی اور دعا کی گئی اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا گیا۔

انتخاب مجلس احرار اسلام بہاولنگر:

مجلس احرارِ اسلام بہاولنگر کے اراکین و معاونین کا اجلاس ۱۳ مئی کو منعقد ہوا اور درج ذیل عہدیدار منتخب کئے گئے۔

صدر: ابو معاویہ حکیم عبدالغفور، ناظم: ابو عکاشہ حافظ محمد رفیق

ناظم نشرواشاعت: ابو معاویہ نذیر احمد اجمیری

سرپرست مقامی جماعت ورکن مرکزی مجلس شوریٰ مولانا حافظ انیس الرحمن۔

اس انتخابی اجلاس میں تمام عہدیداروں نے جماعت کے ساتھ اپنی وفاداری کا اعادہ کیا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ ہم جماعت کے منشور کی روشنی میں عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت اور محاسبہ مرزائیت ورافضیت کے محاذ پر استقامت کے ساتھ جدوجہد کریں گے۔ نو منتخب عہدیداروں نے اپنی تقریروں میں کہا کہ ہمارا مقصد اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت یعنی حکومت الٰہیہ کا قیام ہے۔ انشاء اللہ ہم اس جدوجہد کو زندگی کے آخری سانس تک جاری رکھیں گے۔

اجلاس میں مرکزی ناظم اعلیٰ قائدِ تحریکِ تحفظ ختم نبوت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کی جماعتی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ اور اکابرِ احرار کی حق و صداقت پر مبنی پالیسی پر اعتماد کا اظہار کیا گیا۔

آخر میں جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری دامت برکاتہم کی صحت یابی کے لئے دعا کی گئی۔

انتخاب: مجلس احرار اسلام فیصل آباد:

مجلس احرار اسلام فیصل آباد کے اراکین کا ایک اجلاس ۱۶ اپریل کو محترم صوفی غلام رسول نیازی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں مقامی عہدیداروں کا درج ذیل انتخاب عمل میں آیا۔

صدر: صوفی عصمت اللہ بھٹی

ناظم: اشرف علی احرار

ناظم نشرواشاعت: محمد سرور

ارکان مقامی مجلس شوریٰ:

صوفی غلام رسول نیازی، محمد طاہر لدھیانوی، عبدالغنی برقی، مستری محمد سرور، محمد ندیم، حافظ محمد افضل۔

نمائندگان مرکزی مجلس شوریٰ:

سید عبدالغنی برقی، اشرف علی احرار۔

اجلاس سے صوفی غلام رسول نیازی، محمد طاہر لدھیانوی، عبدالغنی برقی اور اشرف علی احرار نے خطاب کیا۔ انہوں نے ملک میں عیسائیت ومرزائیت کے بڑھتے ہوئے اثرات پر تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ ایک مسلمان ملک میں تحفظ ناموس رسالت کے قانون کے خلاف عیسائیوں کا شور شرابا بلاجواز ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں توہینِ رسالت کے جتنے بھی مقدمات درج ہوئے ہیں۔ ان میں ۹۹ فیصد عیسائی ملوث ہیں۔ مرزائی اپنے سر پرست عیسائیوں کے ذریعے ملک میں بد امنی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان مسلمانوں کا ملک ہے اور مسلمان ہر قیمت پر اپنے دین، تہذیب اور سیاست کا تحفظ کریں گے۔ مقررین نے ملک میں بڑھتی ہوئی روز افزوں مہنگائی کو حکومت کی نااہلی قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس سے ملک میں جرائم بڑھیں گے۔ اور غریب آدمی کا جینا مشکل ہو جائے گا۔

انتخاب، مجلس احرار اسلام میراں پور تحصیل میلسی

مجلس احرارِ اسلام میراں پور کے اراکین کا ایک اجلاس ۱۵ جون کو منعقد ہوا۔ اجلاس میں مقامی مجلس کے عہدیداروں کا درج ذیل انتخاب عمل میں آیا۔

صدر: حافظ محمد اکرم

نائب صدر: حافظ محمد احمد

ناظم: ماسٹر حاجی محمد

نائب ناظم: جِند وڈا الیاس

ناظم نشرواشاعت: حافظ ظفر احمد

نائب ناظم نشرواشاعت: فیاض احمد

مقامی عہدیداروں نے اجلاس میں اپنے اپنے خطاب میں اس عزم کا اظہار کیا کہ ہم مجلس احرارِ اسلام کی ترقی و استحکام کے لئے خلوص نیت کے ساتھ محنت کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ مجلس کا منشور دینی جدوجہد میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ مجلس کی تاریخ قربانیوں سے منور ہے اور ہم کفریہ قوتوں کے خلاف آخری وقت تک لڑیں گے۔ (انشاء اللہ)

چمن چمن اجالا

مہدی معاویہ ملتان

سیدنا حسینؓ یہودیوں اور سبائیوں کی سازش کا شکار ہوئے

ملتان میں بیسویں سالانہ مجلس ذکرِ حسینؓ سے سید عطاء المحسن بخاری کا خطاب۔

سیدنا حسین نے اپنے اجتہاد پر عمل کر کے حقِ منصب ادا کیا۔

ثعلبیہ کے مقام سے مقصد سفر کربلا قصاصِ مسلمؓ میں بدل گیا تھا۔

اس سال بھی حسبِ سابق ملک بھر میں یومِ عاشور کو مومنین کی واحد نمائندہ بیسویں سالانہ قدیمی عظیم الشان مجلس ذکرِ حسینؓ دارِ بنی ہاشم ملتان میں روایتی انداز میں منعقد ہوئی۔ پچھلے سالوں کی نسبت اس مرتبہ مجلس نہایت ہی پر امن ماحول میں قیام پذیر ہوئی اور محض اللہ کے فضل و کرم اور رحمت سے منافقین عجم کی سازشیں ناکام ہوئیں یہ مجلس جس میں احقاق حق اور ابطالِ باطل کے عظیم، معرکے برپا ہوتے ہیں۔ جہاں عوام و خواص کے قلوب و اذہان کی تطہیر اور عقائد و افکار، خیالات و نظریات کو جلا ملتی ہے، کو سننے کے لئے بیرونی مہمان مومنین کرام کے قافلوں کی آمد دو روز قبل شروع ہو گئی تھی جو ۱۰ محرم کی صبح تک جاری رہی۔ پروگرام کے مطابق صبح ساڑھے نو بجے سے گیارہ بجے تک مومنینِ کرام نے بارگاہ حسینیؓ میں تلاوت کلام پاک کے ذریعے ایصالِ ثواب پیش کیا۔ گیارہ بجے مجلس کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ مجلس میں حافظ شبیر احمد، کپتان غلام محمد، حافظ محمد اکرم صاحبان نے ہدیہ نعت و نظم پیش کیا۔ حافظ احمد معاویہ، مولانا محمد مغیرہ، مولانا محمد اسحٰق سلیمی، سید محمد کفیل بخاری اور ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے خطاب فرمایا۔ اور عصر کے وقت مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

حضرت ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

"رب کائنات، مالکِ ارض و سمٰوات، اور خالقِ شش جہات کا ہم پر اور آپ پر محض فضل و کرم ہے کہ مسلکوں کی جنگ کے اس دور میں ہمیں صحابہ کا صحیح مسلک پیش کرنے کی توفیق بخشی، اور ہم نے اس بات پر اصرار نہیں کیا کہ یہ مجلس احرار کے بزرگوں کا مسلک ہے۔ یہ دیو بندی بزرگوں کا عقیدہ ہے۔ بریلوی بزرگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ اہل حدیث بزرگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ ہاں! گزشتہ تیس برسوں میں ہم نے اس بات کو عام کیا ہے کہ یہ ان سب بزرگوں کے بزرگ صحابہ کرامؓ کا عقیدہ و مسلک ہے۔ ہم نے تاریخ کو عقیدہ نہیں مانا، بلکہ عقائد کا سرچشمہ قرآن و حدیث، اور الہام و وحی کو مانا ہے۔ اور اسی کی روشنی میں ہم اپنی بات کہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ صحابہ سب کے سب اسی دانائے سبل، فخر الرسل اور مولائے کل علیہ الصلوۃ والسلام کے پروردہ ہیں کہ جن کا حکم، حکم الٰہی، کلام، کلام الٰہی! اور عمل منشاء ربی ہے۔ مولائے کائنات ﷺ نے تین لاکھ سے متجاوز قدسی صفت صحابہ کی جماعتِ گراں مایہ میں فکر و نظر اور شعور و احساس کا وہ نور منتقل کیا جو قیامت تک امتِ رسول کے لئے

ہدایت اور حریت کے راستوں کو اجالتا رہیگا۔ اسوۂ حسینی میں اسوۂ رسالت کا ہی نورانی عکس نمایاں تر ہے۔ سیدنا حسینؓ کا اسوہ مقامِ صحابیت کی تفسیر ہے۔

حادثہ کربلا میں یہودیوں، سبائیوں، مجوسیوں کی منافقانہ سازشیں کارفرما تھیں۔ خیبر کی شکست، جزیرۃ العرب سے انخلاء اور اپنے اقتدار کے چکنا چور ہونے کے بعد یہودیوں نے امتِ مسلمہ میں انتشار وافتراق، کی گہری سازشیں شروع کر دیں۔ ادھر ایرانی مجوسیوں کو اقتدارِ کسریٰ کے ملیامیٹ ہو جانے کے کبھی نہ مندمل ہونے والے زخم چاٹنے کی مصروفیت تھی۔ انہی دو نمایاں عناصر کو ایک حسبی نسبی یہودی مسٹر عبداللہ ابنِ سبا جیسا شر دماغ سازشی میسر آیا۔ جس نے امامِ مظلوم سیدنا حسین سلام اللہ ورضوانہ علیہ کی شہادت تک مرکزی کردار ادا کیا۔

سیدنا حسین نے اگر یزید کی بیعت نہیں کی تو یہ انکا اپنا اجتہادی حق تھا۔ اور امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر صحابی مجتہد مطلق ہوتا ہے۔ اور صحابہ سب کے سب مجتہد مطلق ہیں۔ صحابہ میں اور بعد میں آنے والے مجتہدین میں فرق یہ ہے کہ وہ بلاواسطہ مجتہد ہیں اور یہ بالواسطہ، صحابہ نبی کے عمل کو دیکھ کر اجتہاد کرتے ہیں۔ اور بعد والے مجتہدین صحابہ کے تعامل کو دیکھ کر۔ آپ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ رجب ۶۰ھ میں سیدنا معاویہؓ کی وفات ہوتی ہے۔ اور آپ کے بعد یزید تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہیں تب سے لے کر دس محرم ۶۱ھ تک سیدنا حسینؓ نے امیر یزید کے خلاف کوئی ایک خطبہ ارشاد فرمایا ہو۔ کہیں یہ کہا ہو جیسا کہ آج کل کے محرم الحرامی واعظین منہ ٹیڑھا کر کے گویا ہوتے ہیں۔

"جناب، سب کافر ہوگئے تھے نبی کی کمائی لٹ گئی تھی۔ دین بے آبرو ہو گیا تھا۔ فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات خرافات میں بدل گئے تھے۔ یزید کتے پالتا تھا، کتوں کے گلوں میں سونے کی زنجیریں ہوتی تھیں۔ اختلاط مع الصبیان کرتا تھا۔ اس نے محرمات کو محللات میں تبدیل کر دیا تھا۔ ہر وقت شراب وکباب اور ناؤنوش کی محفلیں سجائے رکھتا" تاریخ ایسا کوئی خطبہ سیدنا حسینؓ کا تاریخی وسیرت کی کتابوں میں ہو تو ہمیں دکھائیے۔

ہوا یہ ہے کہ شیعان کوفہ نے سیدنا حسینؓ کو پے در پے خطوط لکھے اور کہا! زمین سرسبز ہے۔ پھل پک چکا ہے۔ ہمارا کوئی امام نہیں۔ انت الامام

آئیے اور قیادت سنبھالئے۔ اس معاملہ میں سلیمان ابن صرد خزاعی ان لوگوں کا سرغنہ تھا۔ سیدنا حسینؓ نے حالات کا جائزہ لینے کی خاطر اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا۔ انہوں نے وہاں کے حالات دیکھ کر اپنے علم کے مطابق سیدنا حسین کو خط لکھا کہ آپ تشریف لے آئیں۔ سیدنا حسین نے سفر کوفہ شروع کیا۔ اس دوران حضرت مسلم بن عقیل شہید کر دیئے گئے۔ ثعلبیہ کے مقام پر سیدنا حسینؓ کو آپ کی شہادت کی خبر ملی، وہیں آپ نے مسلم بن عقیل کے بیٹوں کے کہنے پر اپنا سابقہ مؤقف تبدیل کر کے امیرِ یزید سے ملاقات اور بیعت کا ارادہ کیا اور یہیں سے کوفہ کی بجائے شام کی جانب سفر شروع کر دیا۔

اس موڑ پر تب کے "معین قریشی" مسٹر شمر نے ابن زیاد سے جو قتل مسلم بن عقیل میں شریک تھا، سے کہا کہ اگر سیدنا حسین امیر یزید کے پاس پہنچ گئے تو دونوں کی مفاہمت ہو جائیگی۔ اور قاتلانِ مسلم بن عقیل کو سزا مل کر رہے

(بقیہ ص ۶ پر)

ترحیم

ادارہ

مسافرینِ آخرت

حضرت حافظ سید عطاء الرحمن بخاری:

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے سوتیلے بھائی حضرت حافظ سید عطاء الرحمن بخاری ۹ محرم مطابق ۲۰ جون بروز پیر گجرات میں رحلت فرما گئے۔ ان کی عمر ۹۳ برس تھی۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ خاندانِ امیر شریعت کے بزرگوں میں آخری فرد تھے۔ وہ انتہائی صالح، متقی اور حافظ قرآن تھے۔

حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ قبولِ عام اور عالمگیر شہرت سے نوازا تھا اور ان کی خطابت کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہوا۔ مگر یہ عجیب اتفاق ہے کہ حافظ صاحب مرحوم اس کے برعکس خاموش طبع اور تنہائی پسند تھے۔ لیکن اپنے دینی معمولات میں انتہائی مضبوط تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ درجات بلند فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر عطاء فرمائے (آمین)۔

غلام نبی میر ناسک:

مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن محترم غلام نبی میر ناسک ۲۲ ذوالحج، ۳ جون بروز جمعہ المبارک سرگودھا میں انتقال فرما گئے۔ احرار حلقوں میں وہ میر ناسک کے نام سے پہچانے جاتے۔ وہ ایک اعلیٰ درجے کے انسان، سچے مسلمان اور مہر و وفا کا نشان تھے۔ تمام عمر مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے حوادث زمانہ اور سیاسی جھگڑے ان کی دینی استقامت اور احرار سے وابستگی کو ختم نہ کرسکے۔ کہنہ مشق شاعر بھی تھے اردو اور فارسی میں شعر کہنے پر قادر تھے۔ زیادہ تر نظم ہی میں اظہار خیال کرتے اور ناسک تخلص کرتے۔ ایک طویل عرصہ راولپنڈی میں مقیم رہے اور مزدوری کرتے رہے۔ گزشتہ چند ماہ سے سرگودھا میں اپنے بیٹے محترم محمد اسمٰعیل طارق صاحب کے ہاں قیام پزیر تھے اور وہیں رحلت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور حسنات قبول فرمائے۔ لواحقین کو صبر سے نوازے (آمین)

حکیم ارشاد الحق صاحب کو صدمہ:

ہمارے نہایت ہی کرم فرما اور مہربان دوست محترم حکیم ارشاد الحق غوری صاحب کے بھائی حکیم اکرام الحق صاحب ۹ محرم کو ملتان میں انتقال فرما گئے۔

مجلس احرارِ اسلام ملتان کے کارکن محترم مولوی عطاء اللہ صاحب کی اہلیہ محترمہ گزشتہ ماہ رحلت فرما گئیں۔

محترم ڈاکٹر محسن رضا خان صاحب کو صدمہ:

ادارہ نقیبِ ختم نبوت کے معاون اور ہمارے مخلص و مہربان محترم ڈاکٹر محسن رضا خان صاحب کے والدِ ماجد ڈاکٹر اصغر علی صاحب ۴ جون کو لاہور میں انتقال فرماگئے۔

صوفی غلام رسول نیازی صاحب کی اہلیہ محترمہ کا سانحہ ارتحال:

مجلس احرارِ اسلام فیصل آباد کے سرپرست اور رکن شوریٰ محترم صوفی غلام رسول نیازی صاحب کی اہلیہ محترمہ گزشتہ ماہ رحلت فرماگئیں۔ گزشتہ شمارہ کے تعزیتی شذرہ میں غلط فہمی کی بناء پر یہ خبر صوفی صاحب کی اہلیہ کی بجائے ہمشیرہ محترمہ کی طرف منسوب ہوگئی۔ جبکہ وہ بفضل خدا حیات ہیں۔ اراکینِ ادارہ اس سہو پر صوفی صاحب اور ان کے اہل خانہ سے معذرت خواہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ صوفی صاحب کی اہلیہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے حسنات قبول فرمائے۔ اور سیئات معاف فرمائے۔ تمام پسماندگان اور خاندان کے افراد کو صبر عطا فرمائے۔ سب بہن بھائیوں کو سلامت رکھے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے (آمین)

ہمارے انتہائی مہربان و کرم فرما حافظ محمد فاروق صاحب (ہلال انجینئرنگ لاہور) یکم جولائی بروز جمعہ لاہور میں انتقال کرگئے۔ وہ مولانا محمد اکرم مرحوم کے فرزند تھے۔

لاہور سے ہمارے کرم فرما اور بیکے از باقیات احرار حضرت صومعی کاشمیری کی اہلیہ محترمہ ۱۲ جون کو انتقال فرماگئیں۔

ملتان سے ہمارے دیرینہ مہربان و شفیق بزرگ محترم حافظ عبدالحلیم صاحب (امام مسجد بیری والی) رحلت فرماگئے۔

مجلس احرارِ اسلام ملتان کے قدیم کارکن اور مدرسہ معمورہ تغلق روڈ کے سابق مدرس حافظ محمد بلال مرحوم کے والد حافظ رحیم بخش صاحب ۳۰ جون کو انتقال کرگئے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ تمام مرحومین کی مغفرت کے لئے ایصالِ ثواب اور دعاء مغفرت کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

دعاء صحت:

ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت کے سرپرست اور مستقل قلمی معاون حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ گزشتہ ماہ فالج کے عارضہ کا شکار ہوگئے۔ ان کی صحت نسبتاً اب بہتر ہے۔ قارئین سے ان کی مکمل صحت یابی کے لئے درخواستِ دعا ہے۔

جلال پور پیروالہ سے ہمارے کرم فرما محترم عبدالرحمن جامی علیل ہیں۔ ان کی صحت یابی

کے لئے بھی دعاء کی درخواست ہے۔

ماہنامہ صوت الاسلام فیصل آباد کے مدیر حضرت مولانا مجاہد الحسینی مدظلہ کی دختر علیل ہیں۔

احرار کارکن محترم حامد علی صاحب (ڈیرہ اسمعیل خان) کی بھتیجی علیل ہیں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ ان تمام احباب کی صحت یابی کےلئے خصوصی دعاء کااہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

جامع مسجد ختمِ نبوّت

دارِ بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیرِ اہتمام: تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

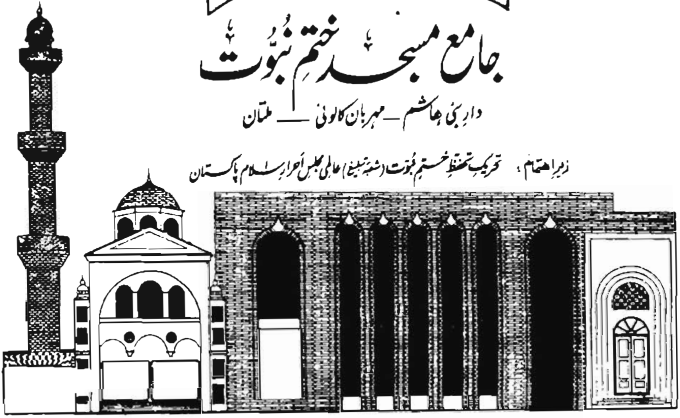

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر اور فرش کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام باقی ہے۔
اِس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اَجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔

سولھویں سالانہ یک روزہ

سیرت النبی ﷺ کانفرنس

زیر صدارت:۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتھم

۱۰ بجے صبح تا ایک بجے دوپہر

جامع مسجد احرار، ربوہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

خصوصی خطاب

سید عطاء المحسن بخاری

جنرل سیکریٹری مجلس احرار اسلام پاکستان

جلوس

حسبِ سابق بعد از ظہر مسجد احرار سے فدائین ختم نبوت کا جلوس روانہ ہوگا۔ جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا ربوہ بس سٹاپ پر دعاء کے ساتھ اختتام پذیر ہوگا۔ دورانِ جلوس مختلف مقامات پر زعماء احرار خطاب فرمائیں گے۔

تحریک تحفظِ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام پاکستان۔

فون رابطہ:۔ ربوہ ۸۸۶، ملتان ۵۱۱۹۶۱۔ فیصل آباد ۶۵۳۸۸۶ چیچاوطنی ۲۱۱۲۔